www.naqshbandiaowaisiah.com

ماھنامہ
المرشد
لاھور

الله
رسول
محمد

جون
2002ء

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ
القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

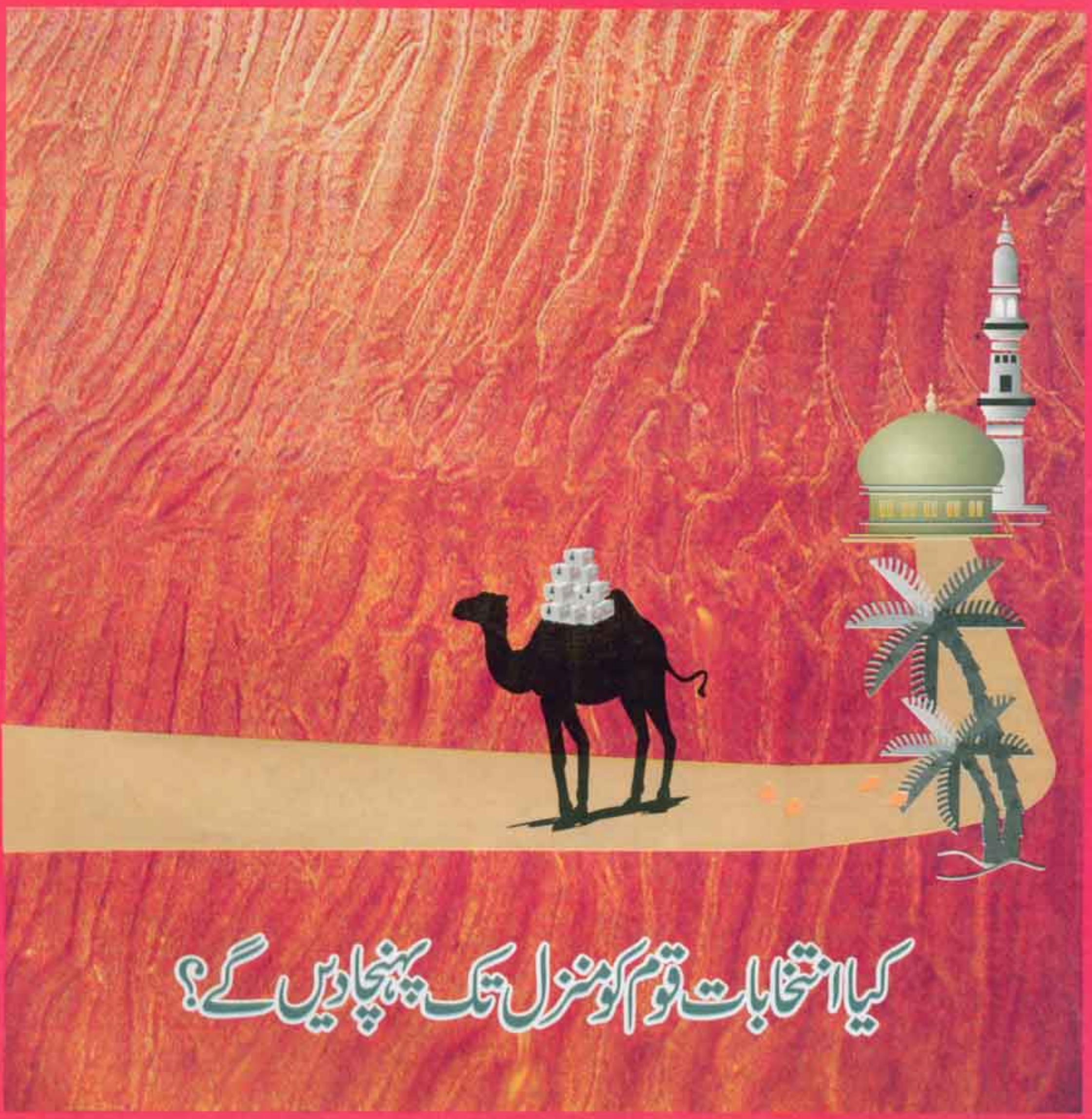

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المُرشد لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ر) مطلوب حسین　　نشرواشاعت: چودھری غلام سرور

جون 2002ء (ربیع الاول/ربیع الثانی 1423ھ)

جلد نمبر 23 ✻ شمارہ نمبر 11

مدیر ـــــ چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

الطاف قادر گھمن، اعجاز احمد اعجاز، سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر: راناجاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ و کمپوزنگ عبدالحمید

قیمت فی شمارہ 25 روپے

CPL No. 3

اس شمارے میں

1-	اداریہ ... مشرف کے لئے آخری موقع	محمد اسلم	3
2-	حضرت مولانا اللہ یارخانؒ...... "اللہ کا ایک احسان"	امیر محمد اکرم اعوان	4
3-	دی فری میسنز	آسیہ اعوان	14
4-	ادویات کی قیمتیں...... "مقابل ہے آئینہ"	ارشاد احمد حقانی	20
5-	من الظلمت الی النور	سید امان شاہ	23
6-	ذکر دوام اور لذت آشنائی	امیر محمد اکرم اعوان	26
7-	میرا وجدان	قاضی غیاث الدین جانباز	33
8-	زمینی حقائق اور آسمانی حقائق	م۔ش۔اویسی	34
9-	حقیقت خرافات میں کھوگئی	امیر محمد اکرم اعوان	37
10-	حضرت مولانا عبدالرحیمؒ	ابوالاحمدین	45
11-	عمل سے زندگی بنتی ہے......	امیر محمد اکرم اعوان	49
12-	دینی فرائض، عبادات اور رواج	امیر محمد اکرم اعوان	58
13-	مراسلات	قارئین	63

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال	750 ریال
برطانیہ۔یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ	150 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس ۔ لاہور 042-6314365

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد، اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد۔ فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org　　E.Mail : urwajan@yahoo.com

ہیڈ آفس = ماہنامہ المُرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور۔ فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

مشرف کے لئے آخری موقع

ہمیں آزادی حاصل کئے 55 سال گزر گئے............غریب آج بھی بھوک سے مر رہے ہیں............بیمار ابھی بھی دوا کے انتظار میں تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہیں............بچوں کے لئے تعلیم کی مناسب سہولتیں اب بھی دور دور تک نظر نہیں آتیں............لوگ انصاف کے لئے عدالتوں میں دھکے کھا رہے ہیں............جگہ جگہ قتل و غارت کا بازار گرم ہے............پولیس آج بھی بے بسوں پر جبر و تشدد کر رہی ہے............مسجدوں پر پہرے لگے ہوئے ہیں............غیر ملکی مہمان دن دیہاڑے قتل ہو رہے ہیں............کہیں بے روزگاری نے قدم جما رکھے ہیں اور کہیں لاقانونیت کی انتہا ہے............زندگی غیر محفوظ ہو گئی ہے اور لوگ ڈر اور خوف کے مارے ملک چھوڑ کر فرار ہو رہے ہیں۔

دوسری جانب غریبوں کے نام نہاد ہمدرد سیاسی محفلیں جمائے بیٹھے ہیں............انتخابات کے ذریعے اسمبلیوں میں پہنچنے اور لوٹ مار کرنے والے ایک بار پھر عوام کو بیوقوف بنانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں............وہی جاگیردار، وہی سیاستدان، وہی وڈیرے، وہی لٹیرے عوام کے سامنے آنے کو تیار بیٹھے ہیں............کسی نے چہرے بدلنے کیلئے نقاب اوڑھ لیا ہے اور کسی نے اپنی نسل کو لوٹ مار کے لئے آگے لانے کی تیاری کر رکھی ہے............وہی پرانے شکاری نئے جال لئے بھیس بدلے عوام کا شکار کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور ہمارے بھولے بھالے عوام ایک بار پھر اُمیدوں کے دیئے جلائے شکار ہونے کے لئے تیار ہیں۔

حالات بد سے بدتر ہو رہے ہیں۔کہیں سے خوشی کی نوید سنائی نہیں دیتی............کہیں سے خوشحالی کی کرن نمودار ہوتی دکھائی نہیں دیتی............کانٹوں بھری زندگیوں میں کہیں پھول کھلنے کی امید دکھائی نہیں دیتی............دھوپ میں جھلسنے والوں کو کہیں بھی ٹھنڈی چھاؤں کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔

ایک آس، ایک امید، ایک توقع عوام نے اس فوجی حکومت سے لگائی تھی کہ شاید یہ حکومت ہی عوام کو مشکلات کے بھنور سے نکال دے گی............لوگ سمجھتے تھے کہ شاید فوجی حکومت عوام کے دکھوں کا مداوا کر دے گی............شروع شروع میں لوگ کچھ مطمئن ہوئے تھے کہ شاید اس بار انہیں کوئی اچھا لیڈر میسر آ جائے گا............کوئی ایسا لیڈر جس کی موجودگی میں غریب کو دو وقت کی روٹی آسانی سے مل سکے............بیمار کو صحت کی سہولتیں مل سکیں............مظلوموں کو انصاف کی فراہمی یقینی ہو سکے............زندگیاں محفوظ ہوں اور خوشحالی کا دور شروع ہو۔لیکن ایسا نہ ہو سکا............شروع شروع میں کچھ اچھے کام کرنے والی یہ فوجی حکومت بھی اپنی عمر بڑھانے کے لئے، اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے اسی ڈگر پر چل پڑی، جس ڈگر پر دوسرے سیاستدان چلا کرتے تھے............اسی طرح کا ''شفاف ریفرنڈم'' کروایا گیا جس طرح کے انتخابات ماضی میں ہوتے رہے............اور اب اسی طرح کے ''شفاف انتخابات'' کروانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں............حکومت محض اپنے اقتدار کی عمر بڑھانے کے لئے من پسند سیاسی جماعتوں اور سیاستدانوں کو آگے لا رہی ہے۔

کیا انتخابات سے عوام کے مسائل حل ہو جائیں گے............؟ کیا حکومت کے چہیتے سیاستدان ملک و قوم کی خدمت کر پائیں گے............؟ کیا نقاب اوڑھ کر اسمبلیوں میں آنے والے، لوگوں کے مصائب کم کرنے کا باعث بن سکیں گے............؟ کیا ووٹوں کی تجارت کرنے والے عوامی بھلائی کا سوچ سکیں گے............؟ ہرگز، ہرگز نہیں............عوام تو ان چال بازوں سے تنگ آ چکے ہیں............لوگ اب سیاستدانوں کی شعبدہ بازیوں سے اکتا چکے ہیں............اگر حکمران کوئی اچھا کام کرنا چاہتے ہیں تو اب بھی ان کے پاس وقت ہے............ان کے پاس فل پاور ہے............ان کے پاس اختیارات ہیں............ایسے میں بہتر یہی ہے کہ حکومت اکتوبر 2002ء سے قبل غیر سودی نظام معیشت نافذ کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات کا نزول ہو، ملکی معیشت اپنے پاؤں پر کھڑی ہو، انڈسٹری کا پہیہ چلے اور بے روزگاروں کو روزگار کے مواقع میسر آئیں............حکومت عدل و انصاف کی سہولتیں عوام کی دہلیز پر پہنچانے کا اہتمام کرے............امیر اور غریب ہر بچے کے لئے تعلیم کا یکساں نصاب مہیا کرے............حقیقت یہی ہے کہ ان اقدامات کے بغیر ترقی اور خوشحالی کا خواب پورا ہونا ممکن نہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضرت مولانا اللہ یار خانؒ... اللہ کا ایک احسان

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے حضرت مولانا اللہ یار خاں ؒ کو پاکستان میں پیدا فرمایا جن کی وساطت سے پاکستان میں ہزاروں لاکھوں لوگوں کو اللہ اللہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں دیکھتا ہوں کہ پاکستان کے علاوہ پوری دنیا میں چند خوش نصیب ہیں جو اللہ اللہ کرتے ہیں کہ انہیں کسی وسیلے سے، کسی وساطت سے یہاں آنا نصیب ہوا یا ہمیں وہاں جانا نصیب ہوا لیکن اگر اللہ کریم حضرت مولانا اللہ یار خان کو کسی بیرونی ملک میں پیدا فرما دیتے تو پھر یہاں پر بھی اللہ اللہ کرنے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے۔ دو، تین، چار، پانچ خوش نصیب ہی ہوتے جو وہاں تک پہنچ پاتے باقی ماوشما کے حصے میں کچھ نہ آتا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 05-05-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوداً وَعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ o

(العمران190-191)

اَللّٰھُمَّ سُبْحَنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوا.

احباب گرامی، السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہٗ!

آج کی اس ملاقات میں مجھے آپ سے دو باتیں عرض کرنا ہیں اور یہ دونوں باتیں نہ کوئی تقریر ہیں نہ لیکچر، یہ دونوں وہ ضروری باتیں ہیں جو ہمیں درپیش ہیں۔

جہاں تک ذکر اذکار کا، سلوک کا اور تصوف کا تعلق ہے اس کی حیثیت ہمارے نزدیک، احباب سلسلہ کے لئے ایسی ہے جیسے اس کے ساتھ اگر ذکر ہے تو ہماری ذات ہے اور اگر ذکر نہیں ہے تو ہم بھی نہیں ہیں۔ صوفی کے لئے اذکار اس کی اپنی ذات سے زیادہ مقدم ہوتا ہے۔ یہ تو اللہ کی شان ہے کہ جوں جوں زمانے بدلتے تھے اور اللہ سے دوری بڑھتی تھی تو انبیاء مبعوث ہوا کرتے تھے۔ خاتم النبین ﷺ کی بعثت کے بعد سلسلہ انبیاء ختم ہوا اور برکات نبوت کو پہنچانے کے لئے امتِ مرحومہ میں وقتاً فوقتاً اللہ کریم ایسے لوگ پیدا کرتے رہے جو واقعی انقلاب آفریں تھے اور ایک ایک وجود نے پوری امت میں زندگی کی ایک لہر دوڑا دی لیکن ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے بلکہ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! امت کے کون سے حصے کے لوگ زیادہ بہتر زیادہ اچھے لوگ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی مثال اس موسلا دھار بارش کی ہے جو برستی ہے اور جل تھل کر دیتی ہے اور کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ شروع میں تیز تھی یا آخر میں تیز تھی یا درمیان میں تیز تھی، کسی کو سمجھ نہیں آتی۔

ایک دفعہ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جو لوگ آپ کے ہم رکاب ہیں خادم ہیں، آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں اور آپ کو بہت عزیز ہیں تو کیا اس طرح کوئی رشتہ الفت کسی بعد والے سے بھی ہوگا، جو لوگ آپ کو نہیں دیکھیں گے، جو لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوں گے، آپ دارِ دنیا سے دارِ بقا پہ تشریف فرما ہوں گے، وہ عالم دنیا میں ہوں گے، آپ دارِ بقا میں جلوہ افروز ہوں گے، وہ لوگ آپ کے ساتھ بیٹھیں گے نہیں، آپ کی زیارت سے مستفید نہیں ہوں گے، براہ راست ارشاداتِ عالی نہیں سنیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں میری ملاقات، میری زیارت، اس دنیا میں ایک جگہ میری خدمت میں بیٹھنا نصیب نہیں ہے اور پھر مجھ سے محبت کریں گے وہ مجھے بڑے عزیز ہوں گے۔ جو مجھے دیکھتا ہے فدا ہو جاتا ہے، جو میری بات سنتا ہے فدا ہو جاتا ہے مجھے وہ لوگ بہت پیارے ہیں کہ جنہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہ میرے ارشادات براہِ راست سننے نصیب ہوں گے نہ میری زیارت اور ملاقات نصیب ہوگی، میں دوسرے عالم میں جلوہ افروز ہوں گا وہ دوسرے میں پھر وہ میری خاطر، میرے لئے، میری اطاعت کے لئے، میری رضا کے لئے، میرے اللہ کی رضا کے لئے، میری اطاعت کو، میری غلامی کو اپنی زندگی بنالیں گے، میری لئے جئیں گے، میرے لئے مریں گے، مجھے وہ لوگ بہت عزیز ہیں۔

اللہ کی شان ہے اور میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اللہ نے حضرت ؒ (حضرت مولانا اللہ یار خاںؒ) کو پاکستان میں ہمارے گھروں میں، ہمارے علاقے میں، ہمارے ساتھ یہاں پیدا فرمادیا۔ اب جس طرح پوری دنیا میں میں دیکھتا ہوں کہ چند خوش نصیب ہیں ہر ایک ملک میں جو کسی وسیلے سے، کسی وساطت سے کبھی انہیں یہاں آنا نصیب ہوا یا ہمیں وہاں جانا نصیب ہوا تو بڑے سے بڑے ملک میں، امریکہ اور کینیڈا جیسے ملک میں لوگ انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جو اللہ اللہ کرتے ہیں لیکن یہ یقین مانو کہ اگر اللہ کریم اس بندے کو وہاں پیدا فرماتے تو پھر یہاں بھی لوگ انگلیوں پر گنے جاتے، دو، تین، چار، پانچ خوش نصیب ہوتے جو وہاں تک پہنچتے باقی ماوشما کے حصے میں کچھ نہ آتا۔

یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ لوگوں نے کیا کیا محنتیں کیں، میں پرسوں جمعے میں ذکر کررہا تھا کہ یہاں نیچے ہماری زمینوں میں ایک مزار ہے اور ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ کسی زمانے میں

آبادی کے آثار مٹ گئے، قبرستان کے آثار مٹ گئے لیکن اس کی قبر کوئی نہ کوئی بنا جاتا ہے اور ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا۔

کبھی آبادی ہوا کرتی تھی پھر وہ لوگ پتہ نہیں مر گئے، پتہ نہیں کہیں چلے گئے، سفر کر گئے۔ نشانات ملتے ہیں کہ یہاں کچھ لوگ کبھی آباد تھے۔ مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتن ملتے ہیں، آبادی کے کچھ آثار حالانکہ کوئی کھنڈر یا کھنڈرات کی بنیادیں بھی نہیں ہیں لیکن کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کوئی مکان تھے، ان کے پتھر بھی لوگ اٹھا کر لے گئے لیکن عجیب بات ہے کہ اس ویرانے میں وہ چھوٹی سی مسجد قائم ہے..... پھر بعد میں اس کے ساتھ ہم نے اپنے مزارعوں کے لئے دو گھر بنائے باقی ڈیرے دوسری جگہوں پر بن گئے۔ تو وہاں صرف ایک دو گھر ہیں لیکن وہ مسجد موجود ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ چھ سات سو سال پرانی، وہ جب گرنے پر یا شہید ہونے پر آتی ہے تو کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ پھر مسجد بنا دیتا ہے۔ اس کا سائز کسی نے نہیں بڑھایا، اسے چھوٹا بڑا کسی نے نہیں کیا، اس میں تبدیلی کسی نے نہیں کی، انہی بنیادوں پر کھڑی کر کے پھر کوئی بنا دیتا ہے۔ پہلے میں دیکھتا تھا کہ اس میں بڑی خوبصورت لکڑی کی چھت ہوتی تھی، لکڑی پر خوبصورت کام کیا ہوا تھا، دیواریں البتہ کچی تھیں اور آج کل وہ لوہے کے گارڈر وغیرہ اور اینٹیں اور اینٹوں کی دیواریں لیکن انہی بنیادوں پر، وہی کمرہ، اسی جگہ ایستادہ ہے، ساتھ نیچے وادی میں بزرگ کا مزار ہے۔ سالک المجذوبی تک اس کے مراقبات تھے۔ کہیں چھٹی ساتویں صدی ہجری میں جب یہ جگہ آباد تھی، یہ گاؤں تھا، یہاں سے اللہ اللہ کی تلاش میں نکلا، وسائل نہیں ہوتے تھے اس زمانے میں، اخبار نہیں چھپتے تھے، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن نہیں تھے، پتہ نہیں چلتا تھا کہ دوسرے گاؤں میں کیا ہو رہا ہے..... تلاش کرتا کرتا کہ کوئی اللہ اللہ سکھانے والا مل جائے، پیدل چلتا چلتا بغداد جا پہنچا اس ویرانے سے چل کر۔

بغداد میں اس وقت حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے پوتے جانشیں تھے۔ انہوں نے سالک المجذوبی تک مراقبات کروائے برسوں وہاں رکھ کر۔ نوجوانی میں نکلا اور ضعفِ پیری سے کمر دوہری کئے ہوئے پیدل چلتا ہوا واپس آیا۔ بہت بڑا قبرستان ہے اس آبادی کا وہ ایریا اب بھی ہم نے زمینوں کے درمیان چھوڑا ہوا ہے، بڑے درخت ہیں اس میں لیکن کوئی کوئی آثار کسی کسی قبر کا..... دو یا تین قبروں کے آثار باقی ہیں باقی ایسے لگتا ہے جیسے کھیت خالی پڑا ہو..... قبروں کے آثار مٹ گئے لیکن اس اللہ کے بندے کی قبر موجود ہے..... تمام آبادی کے آثار مٹ گئے جس

www.naqshbandiaowaisiah.com

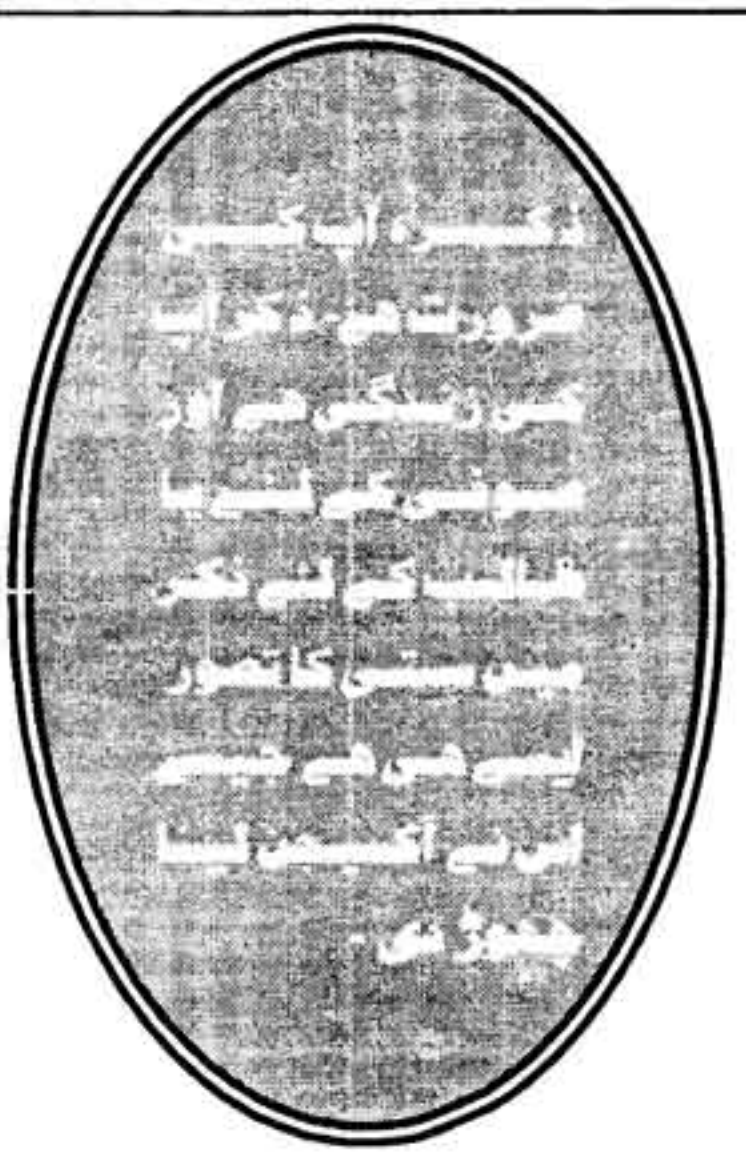

مسجد میں وہ اللہ اللہ کرتا تھا وہ موجود ہے اور آج بھی کوئی اللہ اللہ والا جا کر بیٹھے تو مزہ آ جاتا ہے، لطف آ جاتا ہے..... تجلیات باری اور انوارات کی روشنی اس میں ہوتی ہے..... وہاں بالکل کوئی نمازی نہیں ہوتا، کوئی اذان کہنے والا بھی نہیں ہے..... جو دو گھر ہمارے مزارعوں کے ہیں ان میں سے ایک بندہ ہے جو کبھی کہیں نماز پڑھ لے اذان تو کہتا ہی کوئی نہیں ہے..... کوئی نمازی ہے یا نہیں لیکن اس نے مسجد بنا کر جسے ذکر کی جگہ بنایا وہ اتنی مضبوط ہے کہ شاید اللہ کرے قیامت تک رہے۔ آبادی کے آثار مٹ گئے، قبرستان کے آثار مٹ گئے لیکن اس کی قبر کوئی نہ کوئی بنا جاتا ہے اور ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا۔ پچھلے دنوں میں گیا تو دیکھا کہ وہاں ٹائلوں کا فرش لگا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کس نے کیا ہے بھئی؟..... پتہ نہیں یہاں کوئی آیا تھا، لگا رہا..... وہ جب ٹوٹنے پر آتی ہے تو کوئی نہ کوئی آ کر اسے پھر مرمت کر جاتا ہے۔ مسجد جب شہید ہونے پر آتی ہے تو کوئی نہ کوئی اسے بنا دیتا ہے۔ اس بندے کا خلوص اور اس کی سچی طلب تھی۔ میں جب اس کے حالات کو سوچتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ ہمیں تو کسی نے گھر آ کر اللہ اللہ سکھائی اور پھر بھی ہم نے اسے کڑوا گھونٹ سمجھ کر پیا۔ ہم نے سمجھا کہ ہم بڑی محنت کر رہے ہیں، ہم بڑا کام کر رہے ہیں، ہم بڑا احسان کر رہے ہیں لیکن کبھی اگر یہی حضرت کسی مشرق وسطیٰ کے ملک میں ہوتے، کسی مغرب کے ملک میں ہوتے، کسی شرق بعید کے ملک میں ہوتے تو ہم میں سے کتنے تھے جو چل کر وہاں پہنچتے، سفر کر کے جاتے وہاں رہتے اور اللہ اللہ کرتے۔ کوئی ایک بھی نہ ہوتا۔ اب اس حساب سے موازنہ کیا جائے تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ کا ہم پر کتنا احسان ہے اور پھر اس کے لئے ہمیں پھر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کوئی ہمیں اللہ اللہ کروانے نہیں آتا۔

میرے بھائی! اللہ اللہ کی تلاش میں تو ہمیں نکلنا ہے، ہمیں جانا چاہئے۔ یہ بھی حضرتؒ کی محنت تھی کہ وہیل چیئر پر بیٹھ کر بھی گھر گھر جا کر انہوں نے برکات بانٹیں، ہم نے انہیں کیا دیا؟ ان کی زندگی بھی ہمارے سامنے ہے، بھائیوں نے، بیٹوں نے اور جماعت کے ایسے ساتھیوں نے جن پر برسوں انہوں نے محنت کی انہوں نے حضرت کو کیا دیا؟ آپ کے سامنے ہی تھے ناں وہ لوگ۔ یعنی ہماری حیثیت، ہمارا ضمیر، ہمارا مزاج کیسا ہے۔ یہ تو زندگی کا حصہ ہے اور اللہ کی تقسیم ہے لیکن اپنے آپ کو قدر دانوں میں رکھو ناقدروں میں نہ رکھو۔ بے شمار گناہ ہوتے ہیں اور بے شمار گناہ معاف ہوتے ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا کہ میں نے تو بہت گناہ کئے ہیں، کیا میرے لئے بھی توبہ ہے؟ آپ نے فرمایا! اگر تو زمین و آسمان کے درمیان کو گناہوں سے بھر دے تو وہ اللہ کی رحمت سے بڑھ نہیں جائیں گے۔ وہ اللہ کی رحمت کو عاجز نہیں کر سکتے لیکن ناقدری ایک ایسا گناہ ہے جس کی عموماً توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ غلطی ہو جانا اور بات ہے لیکن احسان ناشناسی اور نعمت کی ناقدری یہ بہت بڑا گناہ ہے، بہت بڑا جرم ہے، اس کی تلافی ممکن نہیں ہوتی لہٰذا پہلے تو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو یہ اس کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمیں ایک ایسے محبوب بندے تک پہنچایا جو واقعی روشنی کا مینار تھا اور جس نے بے شمار روشنیاں بانٹیں اور ہمیں چوکوں سے اٹھایا، جیلوں سے نکالا، کلبوں سے اٹھایا، ہوٹلوں سے اٹھایا، آوارہ جگہوں سے اٹھایا، ناکارہ جگہوں سے اٹھایا، دنیاوی امور سے چھینا، گھریلو جھگڑوں اور خاندانی دشمنیوں سے چھینا اور ہمیں اللہ کے دروازے پر لایا اور عجیب بات ہے کہ ہم جیسے ناکارہ لوگوں کو بارگاہِ نبوی کا آشنا کر دیا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی
مرحبا جان جاں ہمراز کر دی

کہاں ہم اور کہاں یہ مقام۔ تو میرے بھائی میری درخواست یہ ہے کہ اللہ اللہ کرو اور پورے خلوص کے ساتھ کرو کہ وہ دلوں کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

گہرائیوں تک جانتا ہے۔ صوفی کے لئے یہ اذکار جو ہیں، سانس لینا چھوٹ سکتا ہے لیکن ذکر نہیں چھوٹ سکتا۔ صوفی کے لئے اگر اس کا سانس رک جائے تو رک سکتا ہے لیکن ذکر الٰہی نہیں رک سکتا۔

یہ مجھے کیوں لکھتے ہو کہ ذکر میں سستی ہو جاتی ہے..... میرے پاس کل کی ڈاک میں بھی پندرہ خط تھے..... وہ جی! ذکر چھوٹ رہا ہے، ذکر میں سستی ہو گئی..... کھانے میں سستی نہیں ہوئی، سونے میں سستی نہیں ہوئی، دفتر جانے میں سستی نہیں ہوئی..... ذکر میں اس لئے سستی ہو گئی کہ اس کی قدر اور اہمیت ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہمیں اندازہ نہیں ہے کہ ہم پر اللہ کا کتنا احسان ہے۔ منازل و مراقبات کی بات چھوڑو، سب سے بڑی منزل یہ ہے، سب سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ بندے کو اللہ کی یاد نصیب ہو جائے۔ اور وہ کیا عطا فرماتا ہے، بس اس میں ثمرات ہیں کہ جس کو جو عطا کرے وہ اس کی مرضی لیکن یہ سب سے بڑا احسان ہے اس کا کہ اس عہد میں کسی کو اس کی یاد نصیب ہو جائے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو برکات بانٹی تھیں ان کا اثر یہی تھا۔ صحابہ کو شرفِ صحابیت کیسے مل گیا۔ ایسے صحابہ موجود ہیں کہ نماز فرض ہونے سے پہلے ان کا وصال ہو گیا، جہاد ابھی فرض نہیں ہوا تھا کہ وہ دنیا سے چلے گئے، رمضان فرض ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ شراب حرام نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ہیں وہ بھی صحابی۔ شرف صحابیت سے ان کے سینے بھی منور ہیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ہر ذرۂ بدن ان کا اللہ اللہ کرتا تھا۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا اللہ کا ذکر سب سے زیادہ کرو اور بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا کا ترجمہ اگر آپ انگریزی زبان میں کریں تو ہوگا Round the Clock جسے ہم کہتے ہیں ناں اردو میں ''صبح و شام'' لیکن یہ نہیں کہ صبح کر لیا اور پھر شام کو کر لیا۔ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا کا ترجمہ ہوگا ''ہر لمحہ، ہر آن'' Round the Clock جو محاورہ ہے ناں اس کا اگر آپ عربی میں ترجمہ کریں تو بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا بنے گا۔ اللہ کا ذکر سب سے زیادہ کرو اور ہر لمحے، ہر آن کرو۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ کھڑے ہو تو اللہ اللہ ہو، بیٹھے ہو تو اللہ اللہ ہو، لیٹے ہو تو اللہ اللہ ہو۔ لیٹا ہوا تو سو بھی جاتا ہے، لیٹا تو بے ہوش بھی ہو جاتا ہے۔ فرمایا، نہیں کہ جس حال میں بھی ہو اس حال میں اللہ اللہ ہو رہی ہو اور اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ برکات نبوت نصیب ہوں، پھر خلوص کے ساتھ ان پر محنت کی جائے اور کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک، ہڈیوں کو، خون کو، گوشت کو، ذرات بدن کو، باڈی سیلز کو (Body Cells) ذاکر کیا جائے تاکہ..... ہم بڑے کام کرتے ہیں لیکن میرے خیال میں سانس سب سے زیادہ بار لیتے ہیں کہ کام چھوڑ دیتے ہیں، سو جاتے ہیں لیکن سانس تو چلتا رہتا ہے۔ شاید دل اس سے بھی زیادہ بار دھڑکتا ہو۔ ممکن ہے دل کی دھڑکن کثرت سے ہو یا سانس کی آمد و شد کثرت سے ہو لیکن یہاں حکم یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے ہو۔ اس کا مطلب ہے سانس کی آمد و شد سے زیادہ، دل کی دھڑکن سے زیادہ زندگی میں ذکر کریں گے تو وہ ذکر کثیر ہوگا۔ اور اگر وجود ذاکر ہو جائے..... جنود سے لے کر قلوب تک اللہ کا نام رچ بس جائے تو دل ایک بار دھڑکے گا اور کھربوں باڈی سیل، کھربوں بار اللہ اللہ کر جائیں گے۔ ہر باڈی سیل، خون کا ہر قطرہ، ہڈی کا ہر ریشہ، گوشت پوست جب اللہ اللہ کرے تو دل ایک بار دھڑکے گا ان کی ایک ایک اللہ کھربوں بار بن جائے گی تب ذکر کثیر کا مفہوم پورا ہوگا۔

یہ اس کا احسان ہے کہ وہ مجھے توفیق دے دے میں آپ کے پاس ذکر کرانے

دعا، عمل میں برکت کے لئے ہوتی ہے، دعا، عمل پر نتائج کے لئے ہوتی ہے اور عمل ہی نہ کیا جائے تو پھر دعا کیا کرے گی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

جاؤں، کسی اور ساتھی کو توفیق دے دے وہ چلا جائے، یہ تو اللہ کا احسان ہے لیکن آپ اس کے مکلف نہیں ہیں کہ آپ انتظار کریں کہ کوئی آئے گا تو ہم ذکر کریں گے۔ ذکر، آپ کی ضرورت ہے۔ ذکر آپ کی زندگی ہے اور صوفی کے لئے یا طالب کے لئے ذکر میں سستی کا تصور ایسے ہی ہے جیسے اس نے آکسیجن لینا چھوڑ دی۔ یاد رکھو! دعا تو ہر کام کے لئے کرنا چاہئے، استقامت کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے، دوام ذکر کے لئے بھی دعا کرنا چاہئے لیکن عمل جو ہوتا ہے یا جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ عمل پر ہوتے ہیں۔

میں عموماً ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ سب سے پہلا معرکہ حق و باطل جو آقائے نامدار ﷺ اور اہل مکہ کے درمیاں بپا ہوا وہ انقلاب کی پہلی اینٹ تھی اور تاریخ میں ایک انوکھا اور نرالا معرکہ تھا کہ ایک طرف مکے کے ایک ہزار سے زیادہ چنے ہوئے جنگجو، چیدہ چیدہ لڑاکا نوجوان اور فن حرب و ضرب کے ماہر اور مانے ہوئے جرنیل ساتھ تھے، وافر راشن، وافر اسلحہ، وافر سواری اور دوسری طرف 313 جن میں کچھ بوڑھے، کچھ بچے.......... راشن نہیں ہے، لباس پورا نہیں ہے، بعض کے پاس دو چادریں ہیں اور بعض کے پاس صرف ایک ہی چادر ہے جو کمر کے ساتھ لپیٹ کر گردن پر باندھی ہوئی ہے، چھ گھوڑے، آٹھ زرہیں اور دو تلواریں کل اسلحہ ہے۔ تو لڑائی میں کوئی مقابلہ تو نہیں تھا۔ پانچ پانچ کھجوریں میدان بدر میں حضور تقسیم فرما رہے ہیں جنگ کے لئے اور حکم دیا کہ آج افطار[illegible]

> غلطی ہوتی تو ضرور معاف کر دیتا۔ غلطی میں اور بددیانتی میں بڑا فرق ہے۔ لہٰذا تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

آج روزہ نہ رکھو اور فی کس پانچ کھجوریں راشن مل رہا ہے جنہیں دن بھر جہاد کرنا ہے، تلوار چلانی ہے۔

عجیب بات ہے کہ کافروں کے ستر کے قریب چنے ہوئے لوگ مارے بھی گئے، واصل جہنم ہوئے، ستر قید بھی ہو گئے، بڑے بڑے بہادر اور بڑے بڑے طاقتور نوجوانوں کو بڑے دبلے پتلے صحابہ نے باندھ کر آٹھ آٹھ کو آگے لگایا ہوا ہے۔ کیسے واقعہ ہوا یہ۔ اس کا اصل سبب کیا تھا۔ جب میدان سج چکا تو ایک جھونپڑی بنائی گئی سرکنڈے وغیرہ کاٹ کر حضور ﷺ کے لئے کمانڈ پوسٹ بنائی گئی جسے کہتے ہیں عریش بدر یعنی بدر کی جھونپڑی۔ حضور جب صفیں بنا کر عریش بدر میں تشریف لے گئے تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ بار الہا! [illegible] [illegible] [illegible]

اور اسلام ہے۔ سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں۔ اگر یہ یہاں کھیت رہے، قیامت تک پیشانیاں تیری بارگاہ سے آشنا نہ ہو سکیں گی۔ نا آشنا رہے گی تیری مخلوق۔ بندے کا بدل کر، خاک کا بدل کر "نظریہ" ہو جانا یہ تصوف ہے۔ مٹی کا، مشت غبار کا بدل کر، تبدیل ہو کر نظریہ بن جانا، ایمان بن جانا، اسلام بن جانا یہ تصوف ہے۔ نہ یہ کہ ہم یہ سوچتے رہیں کہ کوئی دوا کرے۔ بھئی دعا ضرور کرے۔ اگر حضور مدینہ میں دعا فرما دیتے کہ کافروں کا لشکر غرق کر دے تو کیا ممکن نہیں تھا؟ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا سے پہلے عمل کو ترجیح دی۔ مدینہ منورہ سے نکلے، تہی دامن جو ساتھ تھا، تہی دست جو ساتھ تھے، جو ساتھ میسر آ سکا، جو اسلحہ، جو اسباب میسر آ سکے، انہیں اکٹھا کیا لوگوں کو اکٹھا کیا اور خود بنفس نفیس تشریف لے گئے بدر میں، جو اسباب ہو سکتے تھے وہ جمع کر کے پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ اے اللہ! جو ہمارے بس میں تھا وہ ہم نے کر دیا اور اب آگے تو تیرا اختیار ہے۔

دعا کا طریقہ یہ ہے کہ آپ محنت کریں، مجاہدہ کریں، شب و روز جاگیں اور ساتھ دعا کریں.......... مجھے بھی لکھیں تو میں بھی کروں گا، نہ بھی لکھیں تو بھی کروں گا۔ یہ تو دعا کا طریقہ نہیں ہے کہ آپ کہیں کہ ہم نے ذکر چھوڑ دیا آپ دعا کریں.......... کس کے لئے دعا کریں، کس کام کے لئے دعا کریں، ہر کام کا طریقہ ہوتا ہے.......... تو دعا کا بھی مسنون طریقہ ہے [illegible] دوزخ کا۔ کے لئے دعا چاہئے تو محنت کرو۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

مزدوری کرو، دکانداری کرو..... ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہمیں نوکری کی بھی تلاش ہو تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں گورنر لگا دیا جائے۔ بھئی کوئی مزدوری ملتی ہے تو وہ کرلو، اس سے اچھی تلاش کرتے رہو۔ اگر دو ہزار کی ملتی ہے، تمہارے سٹیٹس کی نہ سہی، تمہاری دال روٹی تو چلتی ہے تو دو ہزار کی تو کرلو ناں، اچھی کی تلاش جاری رکھو، جب اچھی ملے گی تو اچھی کر لینا۔ کاروبار کا بھی یہی انداز ہے کہ اگر چھابڑی لگا سکتے ہو تو لگالو۔ جب موقع ملے تو بڑی دکان بھی بنالینا۔ لیکن بیکار رہنے سے چھابڑی پھر بہتر ہے کہ پانچ دس روپے لے آؤ گے۔ یہی حال دین کی طرف بھی ہے اور ذکر میں بھی ہے کہ جو ہوسکتا ہے وہ کرو اور خود بھی دعا مانگو کہ اے اللہ، میں لولا لنگڑا، میں بے دلی سے ہی سہی، میں بغیر خلوص کے سہی لیکن جو مجھ سے ہوسکتا ہے وہ میں کر رہا ہوں تو اب اس میں برکت ڈال۔ پھر تو دعا کا مزہ آئے اور یہ کونسی دعا ہے کہ میں تو نہیں کر رہا اور آپ دعا کریں یہ تو بھئی عجیب بات ہے۔ اس دعا میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ دعا اللہ کی تائید کے لئے ہوتی ہے، دعا، عمل میں برکت کے لئے ہوتی ہے، دعا، عمل پر نتائج کے لئے ہوتی ہے اور عمل ہی نہ کیا جائے تو پھر دعا کیا کرے گی۔

کچھ خطوط آتے ہیں کہ جی نماز چھوٹ جاتی ہے، دعا کریں۔ کمال ہے! جسے اللہ نے فرض کیا اور آپ نے چھوڑ دیا وہاں میری دعا کیا کرے گی۔ اللہ رب العزت نے ذمہ داری

> جو امانت حضرت شیخ ؒ نے ہمیں امین سمجھ کر بخشی ہے ہم نے اس امانت کا حق کہاں تک ادا کیا ہے۔ یہ حساب ہمیں میدانِ حشر میں دینا ہے۔ اللہ ہمیں اس میں سرخرو فرمائے۔

لگائی..... جیسے سانس لینے کی عادت ڈالی ہے، کھانے کے لئے بھوک لگتی ہے اسی طرح نماز کے لئے اٹھنا بیٹھنا فطری عمل بنا دیتا لیکن اس نے کہا، فطری نہیں۔ تجھے اہتمام کرنا پڑے گا اور نماز کسی کی بھی عادتِ ثانیہ نہیں بنتی۔ ہر بندے کو اس کا اہتمام کرنا پڑتا ہے یہی اس میں کمال ہے اور اس پر اجر ملتا ہے کہ بندہ باقی امور چھوڑ کر اس کا اہتمام کرتا ہے۔ اگر عادت ثانیہ بن جائے جیسے فرشتوں کی عادت ثانیہ ہے عبادت، انہیں اہتمام نہیں کرنا پڑتا۔ سب اللہ کی اطاعت ہی کرتے رہتے ہیں تو اس پر ان کے درجات تو بلند نہیں ہوتے۔ جو جہاں ہے وہیں ہے اور ہمیشہ وہیں رہے گا۔ ترقی درجات کا راستہ ہی یہی ہے کہ آدمی کو اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ اس میں رکاوٹیں آتی ہیں، کبھی صحت کی، کبھی مصروفیت کی، کبھی خاندانی امور کی، کبھی ملکی امور کی، کبھی لڑائی جھگڑا، ہزار رکاوٹیں آتی ہیں، ہزار ضرورت روزگار کی، نانِ جویں کی درمیاں میں آتی ہیں لیکن وہ سب میں سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، پھر وضو کرتا ہے، سجدہ کرتا ہے اور اسی پر قرب الٰہی اور اس پر اجر مرتب ہوتا ہے اور اب اگر کوئی کرنا ہی چھوڑ دے اور کہے کہ میرے لئے دعا کرو تو کیا دعا ہوگی۔ آپ خود اندازہ کرلیں کہ اس دعا کی شنوائی کیا ہوگی، طریقہ ہے ناں دعا کا ﷺ نے سکھایا۔ تو میرے بھائی! الحمدللہ، شاید یہ کبھی تاریخ کا حصہ بنے کہ کسی زمانے میں اتنے لوگ ذاکر تھے کہ ان کی تنظیمیں بن گئیں پھر ان پر ذمہ دار مقرر ہوئے، پھر ان کی ہر ضلع میں ضلعی تنظیمیں بن گئیں یہ ایسی عجیب بات ہے کہ اگر آپ جاننے والوں سے پوچھیں تو یہ چودہ صدیوں کی تاریخ نے نہیں دیکھی۔ تبع تابعین سے لے کر آج تک یہ بات نہیں ملتی..... یہ ملتا ہے کہ لاکھوں لوگ کسی بزرگ کی خدمت میں پہنچے، تسبیحات، زبانی اصلاح، اعمال کی تلقین لے کر آئے لیکن قلبی ذکر چند کو نصیب ہوا ان میں سے بھی چند لوگ ہوئے جن کو لوگوں نے جانا، جس نے آگے پہنچایا۔ اور یہ تبع تابعین سے لے کر حضرت ؒ تک آئی بات۔ انہوں نے یہ بات بڑی دفعہ کہی ہے، میں نے یہ بات لکھی ہے۔ بعض دوستوں نے اور علماء نے اس پر اعتراض بھی کیا تھا کہ آپ اپنے شیخ کی عقیدت میں غلو کر رہے ہیں۔ میں نے کہا جی نہیں، میں تاریخ بیان کر رہا ہوں آپ اس کا تاریخ کے حوالے سے مجھے لکھ دیجئے کہ میں غلطی کر رہا ہوں، فلاں زمانے میں بھی اتنے تھے۔ یا فلاں بزرگ نے ہر آنے والے کا قلب جاری کرایا یا! سے ذکر قلبی

www.naqshbandiaowaisiah.com

کرایا، آپ مجھے بتا دیجئے میں مان لوں گا.....کوئی بتا نہیں سکا.....اس لئے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تبع تابعین کے مبارک زمانے کے بعد پھر یہ مولانا اللہ یار خاں ؒ ایک ایسا فرد پیدا ہوا جس نے یہ سنت تازہ کر دی کہ آنے والے ہر بندے کا وجود ہی ذاکر ہو جائے۔ یہ سنت صحابہ نے زندہ رکھی، تابعین نے زندہ رکھی، تبع تابعین نے زندہ رکھی اس کے بعد گیارہ صدیاں گزرنے کے بعد پھر یہ اس کا بندہ منصۂ شہود پر آیا جس نے حضور کی یہ سنت زندہ کر دی کہ ہر آنے والا صرف مرید ہی نہ بنے، صرف ملاقات تک ہی نہ رہے، صرف اٹھنا بیٹھنا ہی نہ ہو بلکہ اس کا قلب ذاکر ہو جائے۔ بدن ذاکر ہو جائے، ذرات بدن ذاکر ہو جائیں۔ یہ کتنا عجیب کارنامہ ہے۔ اور پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ صوبے تقسیم کرو، اس کے بعد ڈویژن تقسیم کرو، ضلع تقسیم کرو، پھر Low Level تک جاؤ اور ذاکرین کی تنظیم بناؤ اور جو لوگ ڈھونڈنے سے نہیں ملتے یہاں اس کی تنظیمیں اور ضلعی اور صوبائی مراکز بن رہے ہیں۔

جس طرح گیارہ صدیوں میں پہلے ایسا بندوبست نہیں ملتا عین ممکن ہے کہ گیارہ صدیوں کو پھر یہ زمانہ نہ ملے۔ اور یہ آپ کے وجود تاریخ کا حصہ بن جائیں لیکن کسی کی چمک ادھار لے کر..... چاند روشنی اور ٹھنڈی روشنی دیتا ہے، سورج سے لے کر دیتا ہے۔ میرا اور آپ کا ذکر بھی تاریخ میں آئے گا لیکن اللہ یار خاں ؒ کے حوالے سے آئے گا، حوالہ کٹ گیا تو کوئی نہ پوچھے گا۔ تو میرے دوست جب یہ عجیب بات ہے، یہ ایک تاریخی بات ہے، یہ ایک تاریخی تبدیلی ہے یہ ایک عجیب نرالا کام ہے اور اگر اللہ نے آپ کو یہ مقام بخشا ہے تو پھر ایک دوسرے کو کیوں دیکھتے ہو کہ وہ آئے گا تو ذکر کرائے گا، یہ جائے گا تو ذکر ہوگا، نہیں بھئی، جہاں جو ہے، جس کی ذمہ داری ہے وہ ذکر کرے گا اور انشاء اللہ ضرور کرے گا، پورے خلوص سے کرے گا اور پوری محنت سے کرے گا۔

اور یاد رکھ لو! تصوف میں ذکر آکسیجن سے زیادہ قیمتی ہے۔ آکسیجن کے بغیر تو چند لمحے گزر جاتے ہیں اور کچھ دیر بعد بندہ مرتا ہے لیکن ذکر کے بغیر چند لمحے بھی جی نہیں سکتا ہے۔ غلطیاں ہوتی ہیں اس لئے کہ ہم انسان ہیں، صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی خدمت میں آئے ہوئے ہوتے ہیں تو بات ہی اور ہوتی ہے۔ گھروں پر کام میں مصروف ہو جاتے ہیں تو بات کچھ اور ہی ہو جاتی ہے، وہ یکسوئی، وہ مزا، وہ لطف نہیں رہتا، کبھی کچھ کوتاہی ہو جاتی ہے، کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو حال میرے سامنے رہتا ہے اگر یہی رہے تو دنیا کا نظام رک جائے اور فرشتے تمہاری زیارت کو آئیں اور اللہ تمہیں زمین سے اٹھا لے اور پھر اور ایسے بندے پیدا کر دے جو غلطیاں بھی کریں لیکن اس کی یاد کو، اس کی عبادت کو ترجیح دیں اور پھر اس کے حضور توبہ بھی کرتے رہیں۔ سو یہ نظام حیات ہے۔

میں نے ایک بندے کو ملازم رکھا ہوا تھا۔ بڑے عرصے کی بات ہے اور ملازم بھی ایک عجیب شرط پر رکھا۔ ایک نئی مائن ہم لگا رہے تھے تو میں نے اس سے کہا کہ تم اس میں دیانت داری سے کام کرو جب اس سے آمدن ہوگی تو میں تمہیں لکھ کر دیتا ہوں کہ اس آمدن کے منافع میں سے پچیس فیصد تمہیں دوں گا۔ اور یہ ایک بہت بڑی، بہت بڑی ڈیل تھی کہ خرچ بھی سارا میں کروں، اس پر ساری انوسٹمنٹ میری ہو اور جب منافع ہو تو وہ اس کا پچیس فیصد لے جائے میں نے کہا کہ آپ اس کام پر سال ڈیڑھ سال دیانتداری سے، خلوص سے محنت کریں اور پھر جب تک یہ مائین چلتی رہے گی تم پچیس فیصد لیتے رہنا۔

دو چار ماہ بعد اس نے بل بنا کر بھیج دیا کہ یہ خرچ ہوا، یہاں خرچ ہوا..... میری

www.naqshbandiaowaisiah.com

عادت تھی کہ میں جب تک اس قابل تھا کام خود کرتا تھا، اب بھی لڑکوں سے کہتا ہوں کہ خود اندر جا کر مائینوں کو چیک کیا کرو، خود کام کیا کرو، کھیتی باڑی خود کرتے ہیں، ساتھ اور کوئی کام نہیں ہو سکتا تو بیٹھے تو رہو ساتھ، موجود تو رہو..... تو ایک بل بن کر آیا اس میں نوے فٹ اندر کی مرمت ہی تھی۔ میں جب پے منٹ کرنے گیا تو منشی کو بھیجا۔ اب جہاں اس نے نوے فٹ مرمت لکھی تھی وہاں نو فٹ تھی۔ میں نے کہا کہ پچھلا بل لے لو اس میں سے 81 فٹ کی کاٹ دو، 9 فٹ کا لے لو لیکن اس بل کے لینے کے بعد تم نوکری سے بھی برخواست ہو اور تمہارا میرا معاہدہ بھی ختم ہوا۔ پھر اسے بڑا دکھ ہوا، بڑا احساس ہوا پھر اس نے بڑی منت کی، معاف کر دو غلطی ہو گئی تو میں نے کہا کہ نہیں غلطی میں اور بد دیانتی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ غلطی ہوتی تو ضرور معاف کر دیتا۔ غلطی میں اور بد دیانتی میں بڑا فرق ہے۔ لہٰذا تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ غلطی ہونا اور بات ہے اور بے وفائی اور چیز ہوتی ہے۔

شیخ کے ساتھ، سلسلہ کے ساتھ، اللہ کے ساتھ وفا قائم رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کے احسان کو یاد رکھا جائے اور عجیب بات یہ ہے کہ ضرورت مند کو، پیاسے کو کنویں کے پاس جانا چاہئے۔ اس بات سے ناراض ہونا کہ کنواں نہیں آیا، کنویں کو ڈانٹ ڈپٹ کر دیں کہ ہم تک چل کر کیوں نہیں آیا یہ منطق سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ یہ اللہ کا احسان ہے وہ توفیق دے

اگر الیکشن اکتوبر میں ہوں تو میرے ذاتی رائے میں الاخوان کو بھی کسی ایک مناسب جماعت یا مناسب فرد کی تائید کرنی چاہئے۔

دے، وہ لے جائے۔ اگر میں کہیں جاتا ہوں تو مجھ پر اللہ کا احسان ہے جو مجھے توفیق دی وہ میرے قدم بھی میرے کام آئیں گے، وہ سفر بھی میرے کام آئے گا اور ذکر بھی لیکن کسی کا حق نہیں بنتا کہ وہ یہ مطالبہ کرے کہ یہاں آ کر ذکر کیوں نہیں کر رہا، یہ نہیں حق بنتا۔

ہر بندہ اپنے مقام پر اپنی محنت کرے اور پھر ایسی طلب پیدا کرو کہ خدا شیخ کو پکڑ کر لے جائے۔ کہیں ایسی طلب تو پیدا کرو، تم ایسا سین تو بناؤ، کہیں ایسی ضرورت تو پیدا کرو کہ یہاں پروردگارِ عالم شیخ کو وہاں پہنچا دے کہ وہاں اب تیرا کام ہے، انہوں نے تو بہت گوڈی کی، بہت محنت کی اب تیرا کام ہے..... کوئی ہے ایسی جگہ۔

حضراتِ گرامی میری یہ گزارش ہے کہ سلسلے کی زندگی ذکر پر منحصر ہے یہ آکسیجن ہے، ذکر کرو، پورے خلوص سے کرو، غلطی اور بات ہے بد دیانتی نہ ہونے دو، عمداً ذکر نہ چھوڑو، جان بوجھ کر، حیلے بہانے نہ کرو..... طبیعت خراب ہے سارے کام ہو گئے، ذکر نہیں ہو سکتا۔ بھئی طبیعت صرف ذکر کے لئے خراب ہے۔ آپ عام آدمی کو دیکھیں کہ ذرا طبیعت خراب ہوئی تو سب سے پہلے نماز چھوٹ جاتی ہے، کھانا نہیں چھوٹتا، دفتر جانا نہیں چھوٹتا..... کیا بات ہے آج نماز نہیں پڑھی..... طبیعت خراب ہے..... کیا طبیعت صرف نماز کے لئے خراب ہے باقی سارے کام ہو رہے ہیں۔ یہی بہانہ ذکر کرنے والے کرتے ہیں کہ ذکر نہیں کیا..... طبیعت خراب تھی..... ذکر کرنا تو ضروری ہے، خراب سے ہی کر لو۔ ذکر کرنا تو اللہ کا نام لینا ہے، لیٹ کر لے لو، بیٹھ کر لے لو، آہستہ لے لو لیکن وہ تو فرماتا ہے وَاذْكُر رَّبَّكَ اِذَا نَسِيتَ اگر کبھی بھول جاؤ، پھر یاد آ جائے تو پھر شروع ہو جاؤ۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللّٰهِ عبادت سے فارغ ہو گئے، جمعہ پڑھا گیا، نماز ادا ہو گئی فَانتَشِرُوا فِي الْاَرْضِ جاؤ زمین پر پھیل جاؤ، اپنے اپنے کام پر جاؤ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللّٰهِ اپنی روزی رزق تلاش کرو، اپنا کاروبار کرو لیکن وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا نماز ختم ہوئی ہے کثرتِ ذکر کا حکم ختم نہیں ہوا، کام بھی کرتے رہو کثرت سے ذکر بھی کرتے رہو۔

اللہ آپ سب کو توفیق دے۔ حاضر و غائب تمام ساتھیوں کو توفیق دے ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ذکر دوام کی لذتوں سے آشنا کر دے یہ ہمارے ذمے ہے کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

جوامانت حضرت شیخ ؒ نے ہمیں امین سمجھ کر بخشی ہے ہم نے اس امانت کا حق کہاں تک ادا کیا ہے۔ یہ جساب ہمیں میدانِ حشر میں دینا ہے۔ اللہ ہمیں اس میں سرخرو فرمائے۔

ایک اور بات جو میں عرض کرنا چاہتا تھا وہ ملکی حالات کے بارے میں ہے چونکہ ہم شرعی اعتبار سے بھی مکلف ہیں، اسلامی نقطہ نظر سے بھی کہ جس ملک میں رہتے ہیں وہ چونکہ اسلامی ملک ہے وہاں نفاذِ اسلام کے لئے بھی تن من دھن سے کوشش کرے اور ایک عربی مقولہ ہے لَایُدْرَکُ کُلُّہٗ وَلَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ اگر آپ کسی چیز کو سارا پا نہیں سکتے تو اسے سارا چھوڑ بھی نہ دو۔ اگر ہم سے ایک دم سب کچھ نہیں ہو سکتا تو ہمیں ہاتھ پر ہاتھ نہیں دھرنے جو ہو سکتا وہ کرنا ضروری ہے۔

الحمدللہ! آپ نے کمپین کی، آپ کی آواز سنی گئی، اللہ نے اس میں قوت پیدا کی اور مجھے تو ابھی تک اس ایک ہی بات کی سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کو آپ کا یہ عمل کتنا پسند تھا کہ اس ویرانے میں ایک مہینہ کوئی گیدڑ، کوئی کتا ہڈی اٹھانے کیمپ میں نہیں آیا۔ فوجیوں کے کیمپ جہاں لگتے ہیں، بندے تھوڑے ہوتے ہیں اور جنگلی جانور زیادہ ہوتے ہیں تاکہ کھانے کے بعد جو ہڈیاں پھینکتے ہیں وہ اٹھا لیں۔ یہاں آوارہ کتوں کی بہت بہتات ہے لیکن کیمپ میں کوئی ایک گیدڑ یا کوئی ایک کتا نہیں آیا..... یہ جگہ سانپوں کے لئے مشہور ہے، کوئی بچھو، کوئی سانپ، کوئی چیونٹی کسی خیمے میں، کسی کھانے میں، کسی راشن

میں، سالن میں، آٹے میں داخل نہیں ہوئی۔ اس ساری مخلوق کو کس نے سمجھا دیا تھا کہ بھئی نہیں چھیڑنا۔ اور وہ حکومتیں جنہوں نے ہر جماعت کو جوتے مارے، ڈنڈے مارے، جیلوں میں بھر دیا انہوں نے بھی آپ کا کچھ نہیں بگاڑا۔ بات سنی بھی، نظام بنا بھی، ساتھیوں نے اس پر محنت بھی کی اور پہلی دفعہ وہ جو شریعت بنچ بنا ہوا ہے اس میں صدر مملکت بھی تشریف لائے اور وفاقی وزیر بھی تشریف لائے اور ساتھیوں کی محنت اللہ نے قبول فرمائی اور وہ بلاسودی نظام پر نہ صرف متفق ہوئے، پورا نظام بنا اور وزارت مذہبی امور نے اعلان کر دیا کہ آئندہ سال کی ابتدا بلا سودی بنکاری سے ہوگی۔ اور اس کے بعد بین الاقوامی قوتیں اور یہود و ہنود کی وہ طاقتیں، ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف جنہوں نے اپنے سودی پنجے گاڑھے ہوئے تھے انہوں نے حکومت کو مجبور کر دیا اگر انہوں نے اسے نہیں بھی نافذ ہونے دیا تو اس کے باوجود حکومت اس بات پر مصر رہی کہ اگر یہ بند نہیں کر سکتے تو اس کے ساتھ متوازی بلا سودی نظام بھی شروع کریں گے۔ اس کے بعد حادثہ ہو گیا، افغانستان پر مظالم ٹوٹ پڑے، ایک قیامت بیت گئی۔ اب اس کی شاخیں پھیل رہی ہیں اور اب وہ کارروائی پاکستان میں ہو رہی ہے اور جو پاکستان میں ہو رہی ہے اس کا نام ہی انہوں نے یہ رکھا ہے کہ Operation Find & kill تلاش کرو اور مارو۔ یہ اور آپریشن پاکستان میں، یہ قبائلی علاقہ میں جو آپریشن ہو رہا ہے اس کا نام ہی یہ رکھا ہوا ہے:۔ Operation Find & kill بندہ ڈھونڈو اور اس کو گولی مار دو۔ اب اس کا ردعمل کیا آتا ہے، ہمارے قبائلی بھائی کیا جواب دیتے ہیں، مجبوراً دینا پڑے گا انہیں بھی، کون ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مرتا ہے اب اس کے نتیجے میں بات کہاں پہنچتی ہے، یہ آگ کہاں جاتی ہے، میں تو پہلے دن سے ہی عرض کر رہا تھا کہ یہ تو ابتدا ہے، یہ جنگ چھڑے گی اور بالآخر غزوۃ الہند تک پہنچے گی۔ لیکن یہ بات لوگوں کی سمجھ میں اس وقت بھی نہیں آ رہی تھی اور بہت ساروں کو اب بھی سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہیں سے بلا ٹل جائے گی۔ یہ بلا ٹلے گی نہیں یہ بڑھے گی۔

اس میں ایک تو یہ ریفرنڈم تھا، میرے ساتھیوں نے پوچھا بھی، میں نے کہا کہ بھئی اس میں ہماری مداخلت نہیں ہے۔ ایک شخص برسر اقتدار ہے وہ اپنے لئے ہاں یا ناں چاہتا ہے جسے ہاں پسند ہے ہاں کر دے جسے ناں پسند ہے ناں کر دے۔ کوئی مقابلہ نہیں، کوئی دوسرا

www.naqshbandiaowaisiah.com

آدمی نہیں، اگر سارا ملک ناں بھی کر دے پھر کیا ہو گیا، پھر بھی تو وہی رہے گا، کوئی دوسرا تو نہیں بن جائے گا۔ لہٰذا اس میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن اگر آئندہ الیکشن ہوتے ہیں، ہم الیکشن میں حصہ نہیں لیتے، ہم ممبر نہیں بننا چاہتے، ہم اس نظام میں داخل نہیں ہونا چاہتے لیکن ملک میں رہتے ہوئے ہمیں ووٹ تو دینا پڑتا ہے۔ اور اگر ہم اپنی اپنی جگہ الگ الگ رشتہ داروں کے ساتھ مل کر یا اپنے قبیلوں یا دوستوں کے ساتھ مل کر ووٹ پول کریں گے تو اس کی حیثیت کوئی نہیں ہوگی۔ لیکن اگر من حیث الجماعت الاخوان اکابرین کے ساتھ مشورہ کر کے جماعت کے بڑے احباب بیٹھ کر آپس میں مشورہ کر لیں گے کہ کون سا شخص دوسروں سے نسبتاً بہتر ہے جو کل اقتدار میں آئے تو اس کے ساتھ بات بھی کی جا سکے، اسے سمجھایا جا سکے، اس تک بات پہنچائی جا سکے تو کیوں نہ ساری جماعت پورے ملک میں مل کر اس شخص یا اس جماعت کی حمایت کرے جن سے کل اس بات کی توقع کی جا سکے کہ اگر یہ اقتدار میں آ گئے تو کم از کم اس سے بات تو کر سکیں گے، یہ سنیں گے تو سہی کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔

میری یہ ذاتی رائے ہے۔ یہ کوئی سلسلہ تصوف کا حکم نہیں ہے، یہ کوئی شیخ کا حکم نہیں ہے، یہ رائے ہے امیر الاخوان کی۔ اور اس میں آپ سب کو رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں صحیح سوچ رہا ہوں تو اس پر مزید آگے کام کریں گے، اس میں جلدی نہیں کریں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر حالات مخدوش ہوتے ہیں کہ خدا جانے الیکشنوں تک نوبت آئے گی بھی کہ نہیں یا کیا سے کیا حالات ہو جائیں لیکن اگر الیکشن اکتوبر میں ہوں تو میری ذاتی رائے میں الاخوان کو بھی کسی ایک مناسب جماعت یا مناسب فرد کی تائید کرنی چاہئے تا کہ کل اس کے ساتھ اور نہیں تو کسی مظلوم کا قصہ بیان کر سکیں، کسی کی مدد کا کہہ سکیں، کسی کی ملازمت، کسی کی ضرورت کا کچھ احساس انہیں دلایا جا سکے دینی امور کا کہیں تعلیم کی بہتری کا کہیں انسانی ضرورتوں کے اعتبار سے تو میری ذاتی رائے میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ الاخوان کے اکابرین کو جمع کریں گے، اس میں وہ یہ بات زیر بحث لائیں پھر جو بھی فیصلہ ہوا اس کی روشنی میں آگے چلیں گے کہ ہم کس کی مدد کر سکتے ہیں، کسے ووٹ دینے چاہئیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ الاخوان کو اپنے سارے ووٹ یک جا کر کے دینے چاہئیں تا کہ ان کی کوئی قیمت، ان کی کوئی قدر ہو۔ سب سے مقدم دینی جماعتیں اور دینی حضرات ہیں لیکن ہمیں دیکھنا یہ ہوگا کہ وہ خود کیا فیصلہ کرتے ہیں، کیا وہ کوئی دینی اتحاد بناتے ہیں اور اس کے لئے کوئی دو چار پانچ پوائنٹس پر وہ متحد ہوتے ہیں، کوئی ایک طاقت بناتے ہیں یا وہ خود اپنا مرکز چھوڑ کر سیاسی جماعتوں اور سیاستدانوں کے پیچھے الگ الگ بھاگنے لگ جاتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں تو دیکھنا پڑیں گی۔ اگر کوئی دینی اتحاد بنتا ہے، دینی قیادت آگے آتی ہے تو وہ سب سے بہتر ہے، سب سے مقدم ہے لیکن یہ دینی سیاسی جماعتوں کے آئندہ رویوں پر ہے کہ کیا وہ کسی ایک پلیٹ فارم پر کوئی مشترکہ ایجنڈا بناتی ہیں جس میں دین کی بات بھی ہو، عام آدمی کی ضرورت کی بات بھی ہو، تعلیم و تعلم کی بات بھی ہو۔ تو یہ ساری چیزیں پیش آنے والی ہیں اور ان کو دیکھ کر انشاء اللہ العزیز ہم فیصلہ کریں گے لیکن آپ ابھی سے اپنے ذہن میں رکھیں اور دوسرے احباب تک پہنچا دیں کہ اس دفعہ انشاء اللہ الاخوان ایک متحدہ طاقت ہوگی اور اپنی صوابدید پر اللہ کی توفیق سے فیصلہ کرے گی اور جس کی حمایت کا فیصلہ کرے گی پورے ملک میں، شمالی علاقہ جات سے بلوچستان سے لے کر کراچی اور پشاور تک پورے ملک میں اس کی بھرپور حمایت کرے گی انشاء اللہ العزیز۔

اللہ کریم ہم سب کے گناہ معاف فرمائے۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ ہمیں صدق اور خلوص کی دولت سے نوازے اور اپنی بارگاہ کے لئے قبول فرمائے۔

اس دفعہ الاخوان ایک متحدہ طاقت ہوگی جو دینی جماعتوں کے رویہ کو دیکھ کر فیصلہ کرے گی کہ اسے کس کی حمایت کرنا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

دی فری میسنز The Free Masons

(برطانیہ کے ایک عیسائی سکالر کی ریسرچ اور کومنٹری پہ مبنی ڈاکومنٹری فلم کا ترجمہ)۔

مترجم ..... آسیہ اعوان

تعارفی نوٹ

درج ذیل مضمون ایک انگریزی ڈاکو منٹری فلم کا اردو ترجمہ ہے جو کہ خاصی پرانی ہے۔ اس کو پہلی مرتبہ سننے کے بعد میں نے ایک مضمون ''میڈ یاوار'' بھی لکھا تھا جو کہ ''المرشد'' ہی میں چھپا تھا۔

لیکن مجھے لگا وہ ناکافی ہے۔ کیونکہ اس میں موجود معلومات نہایت قیمتی ہیں ہم میں اس قدر ریسرچ کا مادہ نہ سہی کم نہ کم اسے عام تو کر سکتے ہیں اس لئے اب اس ڈاکومنٹری فلم کا ترجمہ جوں کا توں پیش خدمت ہے۔ تا کہ ہماری آنکھیں کھل سکیں کہ ہم کن کن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اپنا بہترین دفاع ہم تب ہی کر سکتے ہیں جب خطرات سے آگاہ اور خبردار ہوں گے۔

ابتداء میں یہ مضمون شائد آپ کو تھوڑا خشک سا لگے۔ کہ ہمیں یورپ کی تاریخ، انقلابات اور جنگوں سے کیا لینا دینا؟؟؟

(حالانکہ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا وجہ ہے کہ وہ اٹھتے گئے اور ہم بیٹھتے گئے اور کیوں ان کا عروج ہمارے زوال کا باعث بنا، لیکن افسوس کہ ہم میں تحقیق کی روایت باقی نہیں رہی)

لیکن چونکہ اسی دور میں ''دی فری میسن'' کی بنیاد پڑی اور پختہ ہوئی اور پھر اس کے کالے کارناموں کی رفتہ رفتہ بڑھتی داستان ہمیں اس کی جڑوں کی گہرائی اور گھیرائی کا اندازہ دیتی ہے اور یہ کہ اس کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں اور منصوبے کس قدر دوررس اور سفاک ہیں۔ اس لئے ہمیں یورپ کی تاریخ پر نظر کرنا پڑے گی۔

یاد رہے! ''دی فری میسن'' کے مقاصد ہماری تباہی اور خاتمے پہ منتج ہوئے ہیں کہ اس کا واحد مقصد دنیا پہ کفر کا غلبہ اور شیطان کا راج قائم کرنا ہے۔''

آغاز :-

''اگست 1990ء میں صدام حسین کی فوجوں نے تیل کی دولت سے مالا مال کویت کے دفاع کو توڑتے ہوئے کویت پر حملہ کر دیا۔

ادھر سعودی عرب پر عراق کی چڑھائی کے ڈر سے یونائیٹڈ سٹیٹس اور اس کے حلیف، جزیرہ نما میں مزاحمت کے لئے پوزیشن سنبھال کر بیٹھ گئے جو کہ "Desert shield" کے نام سے موسوم ہے اور جس کے نتیجے میں سفارتی گفت وشنید کے ایک تسلسل کا آغاز ہوا۔ جو بہت جلد ناامیدی کا شکار ہو گیا۔ اور اگست 1991ء میں "Desert shield" نے Desert strom کا روپ دھار لیا۔

یہ تصادم لاکھوں لوگوں نے دیکھا۔ C.N.N, I.S اور B.B.C نے صدام حسین کی فوجوں کا ایک ایسی فوج، جو اس سے ٹیکنالوجی، سیاست اور سرمائے میں برتر تھی کے ذریعے قلع قمع ہو جانے کا پرزور پراپیگنڈہ کیا جبکہ اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ یہ جنگ، باہر سے ایک ماہر گروپ نے ڈیزائن کی، کنٹرول کی اور یہ سب اس کی چالوں کے مطابق ہوا۔

ایک ایسا گروہ جس نے ایک ایسے شخص کا ہوا کھڑا کیا جس کے پاس لاکھوں کی فوجی طاقت ہے اور جو ایٹمی جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ ایک ایسا شخص جس نے راتوں رات دنیا کے تمام تیل کے پانچویں حصے کا کنٹرول حاصل کر لیا۔ (اور جس کو روکنا بہت ضروری ہو گیا تھا) جبکہ درحقیقت وہ بھی بہت سے دوسرے مہروں کی طرح فقط ایک مہرہ تھا۔ ایک بہت بڑے منصوبے میں کام آنے والا صرف ایک پتلا۔

''گلف وار'' اس ڈرامے کا ایک اہم موڑ تھا اور ایک بہترین کامیابی۔

اور اس ڈرامے کو کنٹرول کرنا ذرا بھی عجیب یا مشکل نہ تھا۔ بائیں اسی طرح جس طرح دنیا کے باقی تمام بڑے بڑے حادثات و

www.naqshbandiaowaisiah.com

واقعات کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔

اور ایسا کرنے والے صدیوں سے ایسا کرتے آئے ہیں۔ پس منظر میں رہ کر انہوں نے ہر بڑی جنگ، انقلاب اور (اقتدار سے) دستبرداری کو ڈیزائن کیا ہے۔ ہر چیز ان کے کنٹرول میں ہے جو آپ پڑھتے ہیں، سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔

اور کسی طرح وہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد کو اپنے اندازِ فکر میں ڈھالنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اور ہر جگہ تمام اہم مقتدر مقامات کو اپنے ہاتھ میں لے چکے ہیں۔

اور یوں پس منظر میں رہ کر انہوں نے پوری دنیا پر اپنا ایک سیاسی اور معاشی نظام وضع کر رکھا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر برا یہ ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں مذہب کو بھی نہیں بخشا۔

ان کا اصل مقصد پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنا ہے اور اس راہ میں حائل کسی رکاوٹ کو خاطر میں لانے پہ وہ ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ان کے اس مقصد کی نشاندہی سابق امریکی صدر ''جارج بش'' کی ایک تقریر سے ہوتی ہے۔

''سر دست یہ ایک چھوٹے سے ملک کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک بہت بڑا آئیڈیا ہے۔ "The new world order"

اس گلوبل پلان کا آغاز وائٹ ہاؤس کے دفتر سے نہیں ہوا۔ درحقیقت اس کی بنیاد ایک اور جنگ میں رکھی گئی۔ اور اس مرتبہ سال 1095ء اور جگہ کلیری مونٹ، فرانس ہے۔

11 ویں صدی میں یورپ پر چرچ کی حکمرانی تھی۔ چرچ لوگوں کے دل اور دماغ پہ پوری طرح سے چھایا ہوا تھا۔ پاپ اربن II اس وقت اس درجہ طاقت ور تھا کہ اس نے مسلم خلافت پر حملہ کر دیا۔

اس جنگ کو اس نے صلیبی جنگ (The war of the crusade) کا نام دیا۔ جس کا مقصد یروشلم پر قبضہ کرنا تھا۔ جو کہ 637ء سے مسلم حکومت کے زیر نگین تھا۔

لیکن 1099ء کو یہ حکمرانی ایک خوں ریز اختتام کو پہنچی۔ صلیب کے نام پر عورتوں کی آبروریزی کی گئی اور انہیں قتل کیا گیا۔ بچوں کو تلواروں میں پرویا گیا۔ اور ایسا کہا جاتا ہے کہ (یروشلم) کی گلیوں میں خون گھوڑوں کے گھٹنوں تک بلند تھا۔

اس خون اور خوف کی سرزمین سے چند آدمیوں کا ایک گروہ اٹھا۔ جو اپنا مقصد پانے کے لئے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اور کوئی بھی قیمت چکا سکتا تھا۔

یروشلم پہ قبضے کے بیس سال بعد ''ڈوم آف دی راک'' (ایک عیسائی عبادت گاہ) پر جنگجو راہبوں کے ایک گروہ نے قبضہ کر لیا۔ اور انہوں نے خود کو The knights of the temple of Solomon (گنبد سلیمانی کے سورما) کا نام دیا۔

یروشلم میں ان ''ٹیمپلرز'' (Templers) نے عیسائیت کی تعلیمات سے انحراف کا آغاز کیا اور پھر عیسائیت سے دور سے دور تر ہوتے چلے گئے۔

انہوں نے یہودیوں کے ''قبالا'' نامی ایک قدیم جادو کے خفیہ راز، سیاہ کرتوت اور رسومات جانیں اور پریکٹس کیں۔

یہودیوں نے یہ جادو قدیم مصر کے ملحدوں سے سیکھا تھا جب وہ فرعون کی غلامی میں دن گزار رہے تھے۔

1307ء میں فرانس کے بادشاہ فلپ نے انہیں گرفتار کیا۔ ان پر حضرت عیسیٰ کے انکار، ہم جنس پرستی، بتوں کی پوجا اور جادوگری کا الزام تھا۔

1314ء میں پوپ سلیمنٹ V نے اعلان کر دیا کہ تمام ''ٹیمپلرز'' عیسائیت کے منحرف ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ ان کی تمام املاک ضبط کر لی جائیں۔ پس ان کا لیڈر جیک ڈی مَولی کو گرفتار کر کے جلا دیا گیا۔

''ٹیمپلرز'' اس بری طرح سے پھنسے تھے کہ ایسا لگتا تھا اب یہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ کہ تبھی انہیں اپنے ممکنہ انجام سے امید کی ایک کرن نظر آئی۔ انہیں اپنے لئے ایک محفوظ جنت اور ایک مضبوط حلیف کی ضرورت تھی۔ جو کہ فرانس میں تو ممکن نہ تھا لیکن انہیں سکاٹ لینڈ کی شکل میں مل گیا۔ جو اس وقت انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے پوری شدت سے کوشش کر رہا تھا۔

بعض کے نزدیک تو سکاٹ لینڈ کی آزادی کی امید، ''ولیم ویلیس'' کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی۔ لیکن ''ٹیمپلرز'' کے وہاں

www.naqshbandiaowaisiah.com

پہنچ جانے نے سکاٹ لینڈ کے بادشاہ ''رابرٹ ڈی بروس'' کو ایک خفیہ ہتھیار سے لیس کر دیا۔ کیونکہ دو سو سال کے جنگی تجربہ، جو انہیں اسلام کے ساتھ صلیبی جنگوں کی صورت میں حاصل ہو چکا تھا، نے انہیں جنگی معاملات میں خاصا ہوشیار کر دیا تھا۔ اب وہ کسی بھی بڑی فوج سے با آسانی سے لڑ سکتے تھے۔

1314ء میں ٹیمپلرز، رابرٹ ڈی بروس کے اتحادی بن گئے اور اس کی فوج نے بینا ک برن (Bannakbrun) کے میدانوں میں ڈیرے ڈال لئے تا کہ انگریزوں کے ساتھ طویل انتظار کے بعد حتمی جنگ لڑی جا سکے۔

رابرٹ ڈی بروس کی دور رس سوچ اس کے کام آئی (جس کا مظاہرہ اس نے ''ٹیمپلرز'' کو پناہ دے کر کیا تھا) اور انگریزوں کی پچیس ہزار کی طاقتور فوج کو صرف ساڑھے چھ ہزار کی تعداد سے ذلت آمیز شکست ہوئی۔ اور سکاٹ لینڈ کی آزادی کا خواب بالآخر پورا ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی ''ٹیمپلرز'' بھی تباہی کے دہانے سے واپس لوٹ آئے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ کبھی یہ نوبت آنے ہی نہ دیں گے کہ کوئی انہیں ختم کر سکے۔

اس مرتبہ انہوں نے بادشاہ کو کنٹرول میں لے کر پورے ملک کو کنٹرول کیا۔ اور اپنے خفیہ مشن کو راز رکھنے کے لئے انہوں نے خود پر سے یہ لیبل ''دی ٹیمپلرز'' ہمیشہ کے لئے اتار پھینکا۔

یوں ٹیمپلرز جنہوں نے یورپ سے فرار اختیار کیا بالآخر سکاٹ لینڈ کے شہر ''روز لائن چیپل'' میں مکین ہوئے۔ جو آج بھی ان کی برطانیہ میں موجودگی کا سب سے بڑا سائن ہے۔ ان کی آل اولاد سکاٹ لینڈ کی اصل طاقت کے طور پر ابھری۔

1603ء میں ملکہ الزبتھ I کی موت کے ساتھ انگلینڈ کا تخت لاوارث ہو گیا اور کنگ جیمز V جو کہ سکاٹ لینڈ کا بادشاہ تھا انگلینڈ کا بھی بادشاہ قرار پایا۔

یوں سکاٹ لینڈ اور انگلینڈ کے مل جانے سے ایک نئی سلطنت وجود میں آئی۔ اور اب جو طاقت ''ٹیمپلرز'' کو سکاٹ لینڈ میں حاصل تھی اب وہ پورے برطانیہ پر حاصل ہو گئی اور سارا برطانیہ ہی ان کی مضبوط گرفت میں چلا گیا۔

اس کے بعد سو سال سے زائد عرصہ تک ''دی ٹیمپلرز'' نے اپنی کارروائیاں خفیہ رکھیں اور خود کو پسِ پردہ رکھا۔ جب تک انہیں بھلا نہیں دیا گیا۔ اور اب بہت کم ہی کوئی انہیں جانتا تھا۔ تاہم انہوں نے برطانیہ پہ اپنی گرفت مضبوط رکھنے میں کوتاہی نہیں کی۔

اس تمام دورانئے میں وہ منصوبہ سازی اور گروپ بندی کرتے رہے اور سلطنت کے کونے کونے میں مقتدر مقامات پر قبضہ قائم رکھنے میں لگے رہے۔

1717ء میں ''ٹیمپلرز'' نے یورپ میں سر اٹھایا۔ اب وہ تعداد اور طاقت دونوں میں بڑھ چکے تھے۔ اپنی پرانی بدنامی سے آزاد ہو کر انہوں نے اپنے لئے ایک بالکل نئی شناخت وضع کر لی۔

اور اس سلسلے میں انہیں برطانیہ کی ملوکیت اور طبقہء اشرافیہ نے بہت ڈھال میسر کی۔ اب کے انہوں نے اپنے لئے جو نام چنا اسے جانتے تو بہت ہیں لیکن سمجھتے بہت کم لوگ ہیں۔ اور وہ نام ہے۔

"The Free masons"

اس نئی شناخت اور اس کے ممبرز کی شان و شوکت نے ''دی میسن'' کو احترام اور عزت سے نوازا۔ حکمران طبقہ میں سے ''دی میسن'' کا پہلا ممبر ''پرنس آف ویلز فریڈرک'' تھا۔ اور حالیہ ممبران میں پرنس فلپ جو ڈیوک آف ایڈنبرا ہے اور انگلینڈ کی ملکہ الزبتھ II شامل ہیں۔

بہر طور، بند دروازوں کے پیچھے ''دی میسن'' اپنے خفیہ حربے اور جادو کی رسومات جاری رکھنے میں آزاد تھے۔ جو کہ انہیں اپنے آباؤ اجداد سے ملی تھیں۔ اور انہی کو ممبر شپ کے لیول مقرر کرنے کے لئے بنیاد مقرر کیا گیا جنہیں "Degrees" کہتے ہیں۔

لیکن ''فری میسنز'' صرف برطانیہ میں مجاز و مختار ہونے پر قانع نہ تھے بلکہ ان کا خواب اس سے کہیں بڑا تھا۔

آنے والے سالوں میں دنیا نے دیکھا کہ یورپ اور امریکہ جنگ اور انقلاب کی دلدل میں دھنس گئے۔ ہر جنگ دوسری سے زیادہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہولناک تھی۔

بظاہر عام تاثر تو یہ ہے کہ یہ جنگیں لوگوں کی تباہ حالی کے باعث ہوئیں۔ لیکن درحقیقت ان کی منصوبہ بندی ان چند ذہنوں نے کی جو "مختار کل" (Absolute Power) بن جانے کی ہوس رکھتے تھے۔ اور ان کے اس منصوبے کا آغاز اسی ملک سے ہوا جہاں صدیوں قبل کبھی انہیں جان بچانے کے لئے فرار ہونا پڑا تھا۔ یہاں سے ہی انہوں نے اقوام عالم پر غلبہ (Global Domination) کی بنیاد رکھی۔

اٹھارویں صدی میں فرانس میں کثیر آبادی کسمپرسی کے عالم میں جی رہی تھی اور طبقہ اشرافیہ اور حکمران عیاشی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان دو طبقوں میں ایک بہت بڑی خلیج حائل تھی۔

"دی فری میسنز" نے اس خلیج کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا اور اپنی قوت بڑھائی۔ جس کے نتیجے میں فرانس کی تاریخ کا سب سے بڑا طوفانی انقلاب برپا ہوا۔

"دی میسنز" نے فرنچ کے مابین پائے جانے والے غم و غصے کے اس ماحول کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا اور بہت دھیان سے ایک "پراپیگنڈہ وار" کا منصوبہ بنایا۔ میڈیا پر ان کا مکمل قبضہ تھا۔ جس کے ذریعے انہوں نے لوگوں کی رائے کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا۔ اخبارات اس طرح کی خبروں سے پر تھے کہ ملوکیت کا خاتمہ ہونا چاہئے اور ایک ایسے معاشرے کا آغاز ہو جو آزادی، مساوات اور اخوت جیسی صفات سے متصف ہو۔

"دی میسنز" کی بھاری دولت فرانس کے سیاسی افق کو متاثر کرنے میں صرف ہوئی۔ پھر "میسنز" کے بنائے ہوئے سیاست دانوں نے Masonic Idealogy یعنی "میسنز" کے خیالات و نظریات کو پروموٹ کیا۔

"دی میسنز" کے خفیہ مراکز، فرانس کے آرمی ممبرز، اعلیٰ عہدیداروں اور جرنیلوں کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے تاکہ ان کے ذریعے "دی فری میسنز" کی سوچ کو متعارف کرایا جا سکے۔

یوں فرانس کے عوام، سیاست دانوں اور فوج پر کنٹرول کے باعث بالآخر وہ اس قابل تھے کہ حتمی وار کر سکیں۔

14 جولائی 1789ء میں کچھ لوگوں نے پیرس کی ایک جیل پہ دھاوا بول دیا اور بس پھر فرنچ اتھارٹی کے خلاف شدید ردعمل کا آغاز ہو گیا۔ اور پورا فرانس اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ قصبوں اور گاؤں تک میں لوگوں نے ایک ایسے نظام کے جو ملوکیت کی خو بو رکھتا ہو کے خلاف بغاوت کر دی۔

بالآخر 1793ء بادشاہ لوئس XVI نے لوگوں کے ایک اجتماع کے سامنے فرنچ ملوکیت کے اختتام کا اعلان کر دیا۔ اور یوں "میسونک" کے زیر کنٹرول ایک ریاست یورپ میں وجود میں آ گئی۔

ملوکیت خاتمے کے ساتھ ہی یوں لگتا جیسے اب "دی میسنز" اور فرانس کے مابین کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ صورت حال میسونک پلان کے مطابق تبدیل نہ ہوئی۔

ایک نوجوان سپاہی نپولین بوناپارٹ کی سرکردگی میں فرانس نے یورپ کے ساتھ ایک خوں ریز جنگ چھیڑ دی اور بجائے اس کے کہ نپولین "دی میسنز" کے ہاتھوں کا کھلونا بنتا اس نے فرانس پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

اسی جرم کی پاداش میں بالآخر اس کو اس قدر مجبور کر دیا گیا کہ اسے تخت سے دستبردار ہونا پڑا اور 1814ء میں اسے کوشیا کے آنلینڈ کی جانب جلاوطن کر دیا گیا۔

لیکن نپولین 1815ء میں فرانس پہنچا اور اس نے ایک نئی فوج تیار کی تاکہ یورپ کے ساتھ نئے سرے سے جنگ شروع کر سکے اور یہ "دی میسنز" کے لئے بہت بڑا مسئلہ تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے برطانیہ اور اس میسونک حلیفوں کو اس جنگ سے بینک کرپٹ ہونے کا خطرہ تھا۔ لیکن تبھی انہیں ایک نہایت ہی غیر متوقع ذریعے سے مدد حاصل ہو گئی۔

ناتھن روتھ شلڈ (Nathan Rothschild) جو کہ ایک بینکنگ فیملی کا سرکردہ تھا اور جو یہودی ہونے کی وجہ سے دوسروں کے پس پشت رہ کر کام کرنے پر مجبور تھا نے موقع غنیمت جانا کہ مسانک کی مدد کر کے وہ اپنے لوگوں کو آزاد کرا سکتا ہے۔

پس اس نے انہیں قرض دینے کی پیش کش کی۔ جس کے بدلے میں اس کا مطالبہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

یہ تھا کہ یورپ میں یہودیوں کو برابری کا درجہ دیا جائے اور ان کو کھلے عام کاروبار کرنے کا حق دیا جائے۔

اور ''دی میسنز'' انکار کرتے تو وہ یہی پیسہ نپولین کو دے سکتا تھا۔ یوں ان کے پاس یہ آفر قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ پس رقم انہیں مل گئی۔ 1815ء میں برطانوی، ڈچ، پروسین فوجیں واٹرلو بلجیم میں اتریں جہاں انہوں نے نپولین کو شکست دی اور اس بار نپولین کبھی نہ آزاد ہونے کے لئے گرفتار ہوا۔

آخر کار فرانس مسانک کنٹرول میں آ ہی گیا۔ اگرچہ تاریخ دان اس انقلاب میں مسانک عمل دخل کو بہت کم ظاہر کرتے ہیں لیکن ''دی میسنز'' نے خود اپنے ملوث ہونے کا اقرار کیا ہے۔

1904ء میں مارک وے ڈی روسامبو جو کہ ایک فری میسن ہے نے لوگوں سے کھچا کھچ بھرے اجتماع کے سامنے کہا تھا کہ:

''فری میسنز'' نے (فرانس کے) انقلاب کی تیاری کے لئے پس پردہ رہ کر مسلسل کام کیا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ''دی فری میسن'' ہی وہ واحد قوت ہیں جس نے انقلاب کی کہانی ترتیب دی اور تالیوں کی گونج جو میرے بائیں طرف سے اٹھی ہے اور جس کا میں بہت کم عادی ہوں میں اس بات کی تائید چھپی ہوئی ہے کہ آپ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ انقلاب فرانس کے پیچھے ''میسونری'' (Masonary) کا ہی ہاتھ تھا۔''

جب امریکہ کی بنیاد رکھی گئی تو امریکہ کے نام نہاد بانی ''دی پریمیتھ راک'' کی زمین پر اترے اور اپنے ساتھ ووٹ دینے کا حق رکھنے والے لوگوں کو لائے اور ''فری میسنز'' کو بھی یورپ سے ساتھ لائے۔ اور یورپ کی جس بے انصافی سے جان چھڑا کر امریکہ کے بانیوں نے جس نئی ریاست کی بنیاد رکھی آخر کو وہ بھی برطانوی سامراجیت ہی ثابت ہوئی۔

اس نئی ریاست کو اپنے قبضے میں لینے کے لئے ''دی میسنز'' نے وہی ہتھکنڈے اپنائے جو انہوں نے فرانس کو قبضے میں لینے کے لئے استعمال کئے تھے۔ اگرچہ برطانوی ملوکیت ''دی میسنز'' کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح تھی۔ لیکن امریکہ کی آزادی کی جنگ بھی ایک ضروری امر تھی۔ اور جو لوگ اس جنگ میں شامل تھے وہ ''دی میسنز'' کے خواب پورے کرنے کے کام آئے۔ انہوں نے لوگوں کے جذبات کو غصے میں تبدیل کیا اور بالکل فرانس ہی کی طرح بالآخر یہ غصہ جنگ پر منتج ہوا۔

ہاں البتہ اب کے انہوں نے پرانی غلطیاں نہیں دہرائیں۔ کیونکہ اس سے قبل وہ نپولین کے ہاتھوں ہونے والی شکست سے کافی سبق سیکھ چکے تھے۔

اسی لئے انہوں نے یہ اصول بنا لیا کہ کسی بھی قسم کے ردعمل کے سامنے آنے والے ممکنہ سربراہ کو لازماً ان کے میسونک ایجنڈے کا پیروکار ہونا چاہئے اور اس (منصوبے) پر عملدرآمد کا بہترین طریقہ صرف یہی تھا کہ اس لیڈر کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ وہ خود بھی ''میسن'' ہے۔

اب وہ لیڈر ''جارج واشنگٹن'' تھا۔ جس نے اس جنگ کو برطانیہ کے مدمقابل اکھڑا کیا۔ 4 جولائی 1776ء میں امریکہ کی آزادی کا اعلان ہوا۔ اور 17 اکتوبر 1781ء کو بالآخر برطانیہ کو شکست ہوئی اور اس نے اپنی نو آبادیات امریکیوں کے حوالے کر دیں۔

یوں دنیا کی پہلی (خودمختار) مسانک ریاست کا وجود عمل میں آیا۔ ایک ایسی ریاست جو ہر لحاظ سے ''میسونری'' کو عزت و احترام دینے کی ضامن تھی حتیٰ کہ آپ امریکہ میں میسونک وجود کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ان کے ڈالر کے نوٹ پر جارج واشنگٹن کی تصویر چھپی ہے جو کہ دنیا کا پہلا میسونک صدر تھا۔ اور ساتھ ہی فری میسونک Symbol، ایک آنکھ (One Eye) بنی ہوئی ہے جس کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ نام نہاد آنکھ سب کچھ دیکھ سکتی ہے۔

تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ ''دی فری میسنز کا سب سے بڑا ہتھیار سیاسی طور پر ساز باز کرنا ہے۔ جس کی بدولت وہ پورے ملک پہ کنٹرول حاصل کر لیتے ہیں۔ ایک بار جب وہ کسی ملک کے حکمران اور سیاست دانوں کو اپنے کنٹرول میں کر لیتے ہیں تو وہ اس ملک کی سیاسی ساخت کو اپنے ایجنڈے کے مطابق تبدیل کر لیتے ہیں''

(باقی آئندہ)

www.naqshbandiaowaisiah.com

ادویات کی قیمتیں ... مقابل ہے آئینہ

حکومت پاکستان نے اپنے ایک دعوے میں کہا تھا کہ پاکستان میں 75 فیصدی ادویات کی قیمتیں ہندوستان کی قیمتوں سے کم ہیں۔ اس پر ارشاد احمد حقانی کا ''مقابل ہے آئینہ'' کے عنوان سے اخبار جنگ میں ایک تجزیہ شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے نہ صرف حکومتی جھوٹ کا پول کھولا ہے بلکہ بغیر کسی لگی لپٹی کے حکومت پاکستان کے مختلف اداروں کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مغربی ملٹی نیشنل کمپنیاں بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ انہوں نے پاکستان کے متعلقہ حکومتی اداروں (وزارت صحت، وزارت تجارت اور سی بی آر) میں رسائی حاصل کر رکھی ہے اور ان کی مدد سے اپنی مصنوعات مہنگی فروخت کر رہی ہیں۔ ان حکومتی اداروں نے ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کو پاکستان میں لوٹ مار کرنے کی جس قدر کھلی چھٹی دے رکھی ہے اس طرح کی صورت حال ہندوستان میں نہیں ہے، نہیں ہو سکتی .... افسوس تو اس پر بھی ہے کہ ہمارے اپنے غیروں کے ساتھ مل کر اپنے ہی لوگوں کو لوٹ رہے ہیں اور حکومت نے سابقہ حکومتوں کی طرح آنکھیں بند کی ہوئی ہیں لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ اس جرم کے مرتکب وہ لوگ ہیں جنہیں پاکستان کے وسائل کا امین بنایا گیا ہے اور وہ خود کو مسلمان بھی کہلواتے ہیں اور صدمہ اس بات پر ہے کہ جنہیں قوموں کی راہنمائی کرنا تھی ان کا کردار ہندوؤں سے بھی بدتر ہو گیا ہے .... مخلوق خدا کے خلاف مقتدر طبقے کا ظلم پر مبنی یہ گٹھ جوڑ کب تک جاری رہے گا .... یہ اندھیر نگری اور چوپٹ راج کا کھیل کب ختم ہوگا .... ۔

ارشاد احمد حقانی

صحافت سے وابستہ مجھ سمیت سب لوگوں کو یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ ہم اپنے اخبارات و جرائد میں سیاسی امور اور سیاست سے متعلق خبروں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اکثر کالم نویس بھی جن میں میں بھی شامل ہوں اپنے کالموں میں سیاست پر جس قدر زیادہ اظہار خیال کرتے ہیں پاکستان کے شہریوں کی بہت بڑی تعداد کو سیاست میں اس قدر دلچسپی نہیں ہے۔ اس حقیقت کا ادراک تو مجھے کافی عرصے سے ہے لیکن پاکستان کے تعلیم یافتہ اور اخبار بین طبقے کا پسندیدہ موضوع چونکہ سیاست ہے اس لئے لامحالہ ہم لوگ سیاست کو زیادہ نمایاں کرنے کی غلطی کر جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں میں نے دواؤں کی قیمتوں پر ایک سے زیادہ دفعہ لکھا ہے جس پر مجھے قارئین اور دوائیں فروخت کرنے والوں کا ردعمل بڑی تعداد میں ملا ہے۔ عام آدمی نے اس بات کی تحسین کی ہے کہ معاشرے کے متوسط اور نچلے متوسط اور غریب طبقات کے لئے انتہائی اہمیت کے حامل ایک معاملے کو میں نے موضوع گفتگو بنایا ہے۔ ادویات کا کاروبار کرنے والے لوگوں کی تنظیموں کے خطوط مجھے کراچی پنڈی اور لاہور سے ملے ہیں جن میں انہوں نے اس حکومتی دعوے کی تردید کی ہے کہ پاکستان میں 75 فیصدی ادویات کی قیمتیں ہندوستان کی قیمتوں سے کم ہیں۔ بہت سے مراسلہ نگاروں اور کیمسٹوں نے متعدد ادویات کی تقابلی قیمتیں درج کی ہیں جن سے حکومتی دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے۔ میں نے وزیر صحت سے کہا تھا کہ پاکستان میں جن 800 سے زیادہ ادویات کی قیمتیں ریگولیٹڈ ہیں ان سب کے پاکستانی اور ہندوستانی نرخ شائع کریں تاکہ عوام الناس حکومتی دعوے کی حقیقت جان سکیں لیکن روز روشن کی طرح واضح وجوہات کے باعث وزارت صحت نے یہ چیلنج قبول نہیں کیا۔ آج میں اپنی ریسرچ اور مراسلہ نگاروں کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں بہت زیادہ استعمال میں آنے والی کچھ ادویات کی قیمتوں کا تقابلی موازنہ یہاں شائع کر رہا ہوں تاکہ لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہو سکے۔ میری اس کاوش میں دوسرے لوگوں کے علاوہ یونیورسٹی آف کراچی کی فیکلٹی آف فارمیسی کے ڈاکٹر وسیم الدین احمد

www.naqshbandiaowaisiah.com

صاحب نے بھی میری مدد کی ہے۔ یہاں میں یہ بات واضح کر دوں کو اصل شکایت ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ادویات کے پاکستانی اور ہندوستانی نرخوں میں فرق کے خلاف ہے۔ یہ مغربی کمپنیاں چونکہ بہت زیادہ طاقتور ہیں اس لئے انہوں نے پاکستان کے متعلقہ حکومتی اداروں (وزارت صحت، وزارت تجارت اور سی بی آر) میں رسائی حاصل کر رکھی ہے اور ان کی مدد سے اپنی مصنوعات مہنگی فروخت کر رہی ہیں۔ اس کے مقابلے پر ہندوستان میں چونکہ عوامی احتساب مضبوط ہے، جمہوریت کا تسلسل رہا ہے اس لئے وہاں ان کی دال نہیں گلتی۔ کچھ نہ کچھ ہیرا پھیری یہ وہاں بھی کرتی ہوں گی لیکن پاکستان میں انہیں لوٹ مار کرنے کی جس قدر کھلی چھوٹ ہے اس طرح کی صورتحال ہندوستان میں نہیں ہے، نہیں ہو سکتی۔ اب آیئے چند ادویات کی تقابلی قیمتیں دیکھیں۔ واضح رہے کہ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں ہر سال قریباً 45 ارب روپے کی دوائیں فروخت ہوتی ہیں ان میں سے 40 ارب روپے کی دواؤں کا تعلق پانچ بڑے گروپوں سے ہے اور میں انہی کے بارے میں کچھ حقائق یہاں درج کر رہا ہوں :

روسیفن کا ٹیکہ ہندوستان میں 165 روپیہ کا ملتا ہے لیکن پاکستان میں اس کی قیمت 502 روپے ہے۔

1. اینٹی بائیوٹک ادویات

ایک بڑی کمپنی کی ایک دوائی ارتھروسین ایک ہی نام سے ہندوستان اور پاکستان میں فروخت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں اس کا ایک انجکشن 21,24 روپے کا ہے۔ پاکستان میں یہ 38 روپے کا ہے۔ ایک دوائی ایم پی کلاکس ہندوستان میں 17,25 اور پاکستان میں 32,75 روپے فی ٹیکہ فروخت ہوتی ہے۔ اس کا 250 ملی گرام کا کیپسول ہندوستان میں اڑھائی روپے کا ہے پاکستان میں ساڑھے تین روپے کا (واضح رہے کہ پاکستانی ادویہ کی تمام قیمتیں جو میں یہاں درج کر رہا ہوں جی ایس ٹی نافذ ہونے سے پہلے کی ہیں۔ کچھ پر ٹیکس واپس لے لیا گیا ہے جبکہ دو تہائی پر قائم ہے)۔ ایک اور دوائی بیکٹرم ہے جو دونوں ملکوں میں ایک ہی نام سے بکتی ہے۔ ہندوستان میں اس کا سیرپ 8.87 روپے جبکہ پاکستان میں اتنی ہی مقدار کا سیرپ 22 روپے میں ملتا ہے۔ اس کا کیپسول ہندوستان میں 87 پیسے پاکستان میں ایک روپے تیس پیسے، سیپٹران کا سیرپ ہندوستان میں 10.81 روپے پاکستان میں 15 روپے، اس کا کیپسول ہندوستان میں 1.43 پاکستان میں 2.50 روپے۔ ایماکسل انجکشن ہندوستان میں 23.14 پاکستان میں 52 روپے۔ اس کا سیرپ ہندوستان میں 25.50 پاکستان میں 39 روپے۔ اس کا کیپسول ہندوستان میں 5.78 روپے پاکستان میں 7.50 روپے۔ ایک اور اہم دوائی آگمنٹ یا آگمٹن دونوں ملکوں میں ایک ہی نام سے بکتی ہے اس کا انجکشن پاکستان میں 173 روپے جبکہ ہندوستان میں 160.50 روپے۔ ایک اور دوائی کلینوران ہندوستان میں 25.13 روپے پاکستان میں 95 روپے۔ اس کا 500 ملی گرام کا کیپسول ہندوستان میں 50 روپے سے کم پاکستان میں 140 روپے۔ اس کا انجکشن ہندوستان میں 84.72 روپے پاکستان میں 240 روپے میں ملتا ہے۔ ایک بہت ہی اہم دوائی ٹیری وڈ ایک ہی نام سے ایک ہی کمپنی کی بنائی ہوئی بکتی ہے۔ پاکستان میں اس کا ایک ٹیکہ 739.20 روپے کا ہے ہندوستان میں یہی ٹیکہ 84 روپے۔ اس کا کیپسول پاکستان میں 29.60 روپے انڈیا میں 12 روپے۔ ایک اور دوائی روسیفن ہندوستان میں اس کا انجکشن 165 روپے کا ہے پاکستان میں 502 روپے کا۔ ہندوستان میں اس کا سیرپ 90 روپے کا پاکستان میں اتنا ہی سیرپ 253 روپے کا۔ اس کا 500 ملی گرام کا کیپسول ہندوستان میں 51 روپے کا پاکستان میں 143 روپے کا۔ ایک اور دوائی سپسپان ایک ہی کمپنی کی بنائی ہوئی ایک ہی نام سے دونوں ملکوں میں بکتی ہے پاکستان میں اس کی قیمت 286 روپے ہے ہندوستان میں 195 روپے۔ باقی اینٹی بائیوٹک ادویات کی بھی قریب قریب یہی صورتحال ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

2- امراض قلب اور فشار دم کی چند ادویات کی قیمتیں ملاحظہ فرمایئے

ایک دوائی ہے انڈرال ہندوستان میں اس کا ایک کیپسول (500 ملی گرام) 1.16 میں ملتا ہے پاکستان میں دو روپے میں۔ 250 ملی گرام کا کیپسول ہندوستان میں 51 پیسے میں پاکستان میں ایک روپے میں۔ ایک دوائی Adlat ایک ہی نام سے ایک ہی کمپنی کی بنائی ہوئی پاکستان میں 500 ملی گرام کا کیپسول 7.50 روپے میں ہندوستان میں 1.40 روپے میں۔ 250 ملی گرام کا کیپسول ہندوستان میں 86 پیسے کا پاکستان میں 3.66 روپے کا۔ ایک دوائی ڈلزیم دونوں ملکوں میں ایک ہی کمپنی کی بکتی ہے۔ پاکستان میں اس کا چھوٹا کیپسول 3.78 روپے کا اور بڑا 6.90 روپے کا جبکہ ہندوستان میں یہ قیمت علی الترتیب 2.80 اور 4.30 روپے ہے۔

3- ذیابیطس کی ادویات

ڈائنل گولی پاکستان میں 1.40 روپے ہندوستان میں صرف 42 پیسے۔ ایک اور دوا گلوکوفیج پاکستان میں فی گولی 1.40 روپے ہندوستان میں صرف 65 پیسے۔ ایک اور دوائی دایمیکرون کی قیمت ہندوستان اور پاکستان میں یکساں ہے۔

4- تیزابیت کی دوائیں

گلیکسو کی بنی ہوئی زنٹیک فی گولی پاکستان میں 8.80 روپے ہندوستان میں صرف 94 پیسے۔ بڑی گولی پاکستان میں 15 روپے ہندوستان میں 1.73 روپے۔ پاکستان میں اس کا انجکشن 20 روپے ہندوستان میں 2.41 روپے۔ ایک اور دوائی میکامیٹ پاکستان میں چھوٹا کیپسول 4.40 روپے ہندوستان میں صرف 94 پیسے۔ بڑا کیپسول پاکستان میں 8.40 روپے ہندوستان میں 3.33 روپے۔ اسی نے کی تیسری دوائی لوسیک پاکستان میں فی کیپسول 53.58 روپے ہندوستان میں 2.97 روپے۔

> ایک ہی کمپنی کا بنایا ہوا انجکشن "تیرو ونا" ہندوستان میں 84 روپیہ کا ملتا ہے جبکہ پاکستان میں اس کی قیمت 739.20 روپے ہے۔

5- پیٹ اور آنتوں کی ادویات

ایک ہی کمپنی اور ایک ہی نام سے بکنے والی دوائی فلیجل کا سیرپ پاکستان میں 60 روپے کا ہندوستان میں 11.26 روپے کا۔ اس کا ٹیکہ پاکستان میں 26 روپے کا ہندوستان میں 8.31 روپے کا۔ ایک اور دوائی فراسن اس کا سیرپ ہندوستان میں 6.58 روپے اور پاکستان میں 21 روپے۔ دونوں ملکوں میں ایک ہی کمپنی کی دوائی ایک ہی نام سے دستیاب ہے۔ اس شعبے میں ایک اور دوائی ورماکس پاکستان میں فی کیپسول 3.30 روپے ہندوستان میں صرف 75 پیسے۔ بڑا کیپسول پاکستان میں 17 روپے ہندوستان میں 11.75 روپے۔

6- تپ دق کی ادویات

ایک ہی کمپنی کی ایک ہی نام سے بکنے والی دوائی Rimactazid پاکستان میں 6.60 روپے ہندوستان میں 3.12 روپے۔ بڑا کیپسول پاکستان میں 30 روپے ہندوستان میں 12 روپے۔ اس شعبے کی ایک اور دوائی Rimactane دونوں ملکوں میں ایک ہی نام سے اور ایک ہی کمپنی کی بنی ہوئی بک رہی ہے پاکستان میں اس کے سیرپ کی قیمت 30 روپے ہندوستان میں 12 روپے۔ کیپسول کی قیمت پاکستان میں 6.60 روپے ہندوستان میں 2.39 روپے۔ اس شعبے کی تمام ادویات میں قیمتوں کا فرق اسی تناسب سے ہے۔

میں نے سب سے زیادہ بکنے والی قریباً 20 ادویات کی قیمتوں کا تقابلی موازنہ پیش کر دیا ہے۔ اس آیئنے میں وزارت صحت، وزارت تجارت اور سی بی آر صدر مشرف کے اس دعوے کی حقیقت دیکھ لیں کہ 75 فیصد ادویات کی قیمتیں ہندوستان میں زیادہ ہیں۔ اگر ان اداروں کے ذمہ داروں کے دل میں خدا کا خوف کچھ بھی ہے تو فوراً ادویات کی قیمتیں کم کریں اور غریب مریضوں کی بددعاؤں اور آہوں سے بچیں کہ یہ بہت جلد عرش الہیٰ تک پہنچ جاتی ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

من الظلمت الی النور

تحریر ..... سید امان شاہ

گو کہ ہر رسالہ میں پڑھتا رہا کہ اس موضوع پر احباب لکھ رہے ہیں مگر اپنی ہمت نہ پڑتی تھی وجہ آپ جو بھی سمجھیں مگر قلم اٹھانے کی تاب نہ لا سکا تھا کہ من آنم کہ من دانم۔ مگر حالیہ اجتماع منارہ میں کرنل چوہدری سرور صاحب نے اصرار کیا اور پھر ان کا ایک اضافی جملہ لکھنے کا باعث بن گیا "آپ کی تحریر ہندوستان میں جنگی قیدیوں کی طرف سے بھی موضوع کو احاطہ کرنے کی" بندہ نے پشاور آ کر پہلا کام یہی کیا۔

راقم ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جو گزشتہ تین صدیوں سے گدی نشین ہے۔ سید ہونے کا دعویٰ تو ہے مگر جدِ امجد کی قبر کی کمائی خواہ صدقہ ہو یا زکوٰۃ ہو اپنا حق سمجھتا ہے۔ اعمال ہمارے الّا ماشاء اللہ ایسے کہ روزِ محشر اپنے جدنانا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں۔ شروع ہی سے میوزک، تصویر کشی، شاعری اور افسانہ نویسی بنیادی مشغلہ رہی البتہ ایک بات جس سے شاید میں بھی واقف نہ تھا مگر مزار پر جا کر اکثر دعا کرتا کہ بارالہا کوئی ایسا استاد ملا دے جو جدِ امجد کی راہ پر ہو اور وہ میرے پاس آئے اور اس راہ کا پتہ دے۔ یوں زندگی کا پہیہ محوِ گردش رہا۔

چار سال ایئر فورس میں ملازمت کے بعد جب آرمی میں آیا تو لیفٹیننٹ کے دوسرے ہی سال میں عالم شباب میں بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) چلا گیا اور اس کے بعد قسمت کا دھارا ہندوستان کی سرزمین صوبہ بہار میں جہاں گوتم بدھ کو گیان ہوا کے شہر "گیا" (Gaya) لے گیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یہی شہر جس نے بظاہر تو کانٹے دار تاریں بچھا رکھی ہیں تاکہ کوئی باہر نکل نہ سکے ایک روز مجھے آب و گل کی دنیا ہی سے نکال کر عالمِ برزخ تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اور یوں ہم P.O.W بن گئے۔

باوجود ایسے حالات کے رنگت کو اور بدلتی ہوا کو نہ سمجھ سکے، باغی کے باغی رہے۔ چونکہ اپنا تعلق سید خاندان سے تھا نماز نوافل ہماری طرف سے بھی جدِ امجد ادا کر چکے تھے لہٰذا یہی عقیدہ اپنائے قید و بند کی صعوبتیں ابھی شروع ہوئی ہی تھیں کہ ایک روز ایک دوست نے نئے قیدیوں کی اپنے کیج (Cage) میں آنے کی خبر دی اور بتایا کہ ایک میجر صاحب نے گزشتہ شب نماز پڑھائی بڑا لطف آیا۔ چونکہ بندہ کو تلاوت سننے کا شوق تھا اسے کہا کہ صبح مجھے بھی جگا دینا۔ فجر کی نماز پڑھی تلاوت سنی۔ گویہ قرآن اثر کر گیا۔ مگر ایک عرصہ کا ظلمت کدہ اتنی جلدی ٹوٹنے والا نہ تھا پھر جب کہ جنت بھی اپنی میراث بنا رکھی ہو (بغیر عمل) لہٰذا دن یونہی گزر گیا۔ چونکہ مغرب کی نماز میں تلاوت تھی پھر مسجد پہنچ گیا نماز ادا کی لوگ نکلتے گئے میں اس خیال سے کہ میجر صاحب سے گپ لگاؤں گا وہیں بیٹھا رہا۔

جب مسجد میں صرف چند احباب بشمول کرنل مطلوب حسین رہ گئے تو وہ میجر صاحب اٹھے، دروازہ بند کیا، مجھے دیکھا تو پوچھا ذکر کرو گے؟ جی ہاں بلا سوچے کہہ گیا۔ مجھے ذکر کی فضیلت، اہمیت اور طریقہ بتا دیا گیا اور روشنی گل کر دی گئی۔ دنیاوی روشنی تو گل ہو گئی مگر اللہ رب کریم نے شاید میری دیرینہ دعا پوری ہونے کی شمع جلا دی۔ ایک چھوٹی سی جماعت یوں روزانہ سحری اور مغرب کے وقت ذکر کرکے اشغال میں مصروف رہی۔ احباب کے مراقبات طے ہوتے گئے، مجھے بھی شوق ہوا لہٰذا خوب زور سے محنت کی۔ تلاوت، نوافل اور سیرت کا مطالعہ! بس یونہی روز و شب گزرتے گئے۔ احباب میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ بندہ کے مراقبات ثلاثہ ہوئے اور رک گیا چونکہ ابھی تک خاکسار کا چہرہ باشرع نہیں تھا، یہ مراقبات بھی خصوصی حالات کی وجہ سے ہی طے ہوئے تھے۔

اب امان کی جنت سید امان شاہ صاحب سے شروع ہو گئی کبھی شاہ صاحب اوپر کبھی امان کبھی جدِ امجد کا سہارا لیا تو کبھی اپنے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ذمہ اعمال کا سوچا اور اسی تفکراتی جنگ نے ایک روز امان کو سرخرو کر دیا اور سید امان شاہ صاحب گدی نشین چاروں شانے چت ہو گئے۔ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ داڑھی کے خط بنائے احباب کو مطلع کیا مٹھائی کھائی اور کھلائی اور یوں امان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلسلہ سے پیوست کرنے کا فیصلہ کر لیا، اللہ استقامت نصیب فرمائے۔ اسی روز حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ کو خط لکھ کر اپنے حالات سے آگاہ کیا جس کے جواب میں حضرتؒ نے جواباً فرمایا ''بیٹا آپ کا خط پڑھا حالات سے منکشف ہوا۔ بیٹا دنیا حلال حرام سے منہ موڑ چکی ہے، پاکی پلیدی کا احساس نہیں رہا۔ لوگ اُخروی مواخذہ کے قائل نہیں رہے آپ دین کا کام کرتے رہیں۔ آپ کے کاندھوں پر جدِ امجد نانا ﷺ کی طرف سے بوجھ ہے کوشش کرتے رہیں کہ کل روزِ محشر سرخرو ہوں'' اللہ آپ کو استقامت دے۔

اس خط نے ہمت میں مزید اضافہ کیا اور بحمد للہ سیر کعبہ، روضہ اطہر اور مسجد نبوی علیہ الصلوۃ والسلام تک رسائی ہو گئی۔ زندگی کا پہیہ گردش کرتا رہا اور یہ لمحہ ابر کرم کے زیر اثر رہے۔ جنگی قیدیوں کی حالت غیر ہوتی گئی، مختلف امراض نے سختیں بار کر رکھی ہیں۔ زندگی سے بیزاری کے اثرات چہروں پر نمایاں تھے مگر اللہ کا یہ خصوصی انعام اور احسان تھا کہ لوگ زرد ہو گئے مگر ہمارے ذاکرین بھائی نہ صرف مطمئن رہتے تھے بلکہ پرسکون نیند کرتے تھے کہ وہاں کے لوگ بھی حیران رہتے۔ کچھ ساتھیوں کو دمہ، دل، ٹی بی جیسے امراض تھے اور ہمیشہ سے دوا کھا رہے تھے مگر ذاکرین کی جماعت میں آئے تو نہ صرف دوا کی ضرورت باقی نہ رہی بلکہ صحت باقی ذاکرین سے بھی بہتر ہو گئی۔

اسی دوران کچھ احباب کو چشم بصیرت عطا ہوئی جنہوں نے حضرت جیؒ کو بچشم قلب دیکھا، وجودِ عالی کو نوٹ کیا، بالوں کی رنگت دیکھی، علاقہ مسجد دیکھی۔ ایک ساتھی (کرنل صاحب) نے مروان اپنے بھائی کو خط لکھا کہ چکڑالہ ضلع میانوالی جا کر دیکھو کہ آیا یہ رنگ، قد کاٹھ، بالوں کی رنگ (سیاہ و سفید) حضرت جیؒ کے صحیح ہیں؟ جب وہ چکڑالہ گئے تو خط کا حوالہ دیا، حضرت جی نے اپنے ایک بازو سے آستین اٹھائی پھر دوسری آستین اوپر کی تو جیسے ان کو بتایا گیا واقعی ایک ہاتھ کے اور پاؤں کے بال سفید تھے اور دوسرے کے سیاہ تھے دیگر حلیہ بھی صحیح پا کر واپسی جواب لکھا۔

احباب حضرت کو اکثر لکھتے کہ دعا فرما دیں کہ اللہ رہائی کی کوئی صورت نکالے۔ اس پر حضرت نے ہمیشہ توقف اختیار کیا۔ دیگر امور اور مسائل لکھ دیتے مگر اس مسئلہ پر خاموشی ہوتی بالآخر ساتھیوں کے اصرار پر ایک روز جواب ملا کہ جتنا میرا دل بیقرار ہے کہ آپ سے ملوں آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ میں سنگریزے اکٹھے کر رہا ہوں مگر انہی کے اندر بے بہا ہیرے اور موتی موجود ہیں آپ قید سے رہائی کا لکھتے ہیں میں کیا کروں۔ حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ احباب آپ کے پاس آج نہیں تو کل پہنچ جائیں گے انہیں کچھ عرصہ میرے پاس رہنے دیں'' اس کے بعد کسی قیدی ساتھی نے رہائی کی بات نہ کی۔

ایک روز شام کے معمول کے بعد ایک ساتھی کہنے لگے کہ آج زمین روتی دکھائی دے رہی تھی۔ ہم سب سمجھے کہ شاید رہائی کا پروانہ آنے والا ہے کہ شاید زمین کے جس حصے پر ہم اللہ اللہ کرتے ہیں وہاں سے ہماری رخصتی کا پروگرام ہے۔ صبح اٹھے تو انڈیا اتھارٹی نے ہمارے کیج (قیدی بیرک) تبدیل کر دیئے کسی اور جگہ لے گئے۔

اسی اثناء میں بندے کو اللہ کریم نے روحانی بیعت بدست رسول اکرم ﷺ سے نوازا تو یوں سلسلہ نقشبندیہ کی بطریق نسبت اویسیہ کا آغاز ہوا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

1974ء کو بحمد للہ ہندوستان سے رہائی ملی تو پہلی فرصت میں اپنے شیخ المکرم حضرت جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس زمانے میں حضرت جیؒ اپنے ہاتھ پر بیعت نہیں لیا کرتے تھے۔ بہرحال قیدی ساتھیوں کی جماعت کو دیکھ کر حضرت جیؒ انتہائی پرمسرت اور خوش نظر آئے تھے۔ حضرت جیؒ کے مسجد میں آنے سے قبل ہم مسجد میں پہنچ گئے۔ ایک سادہ سی کچی سی مسجد میں میں داخل ہوتے ہی بائیں ہاتھ ایک بہت بڑا مٹکا پڑا تھا جس پر سلور کا ایک جگ

www.naqshbandiaowaisiah.com

رکھا تھا ایک کونے میں مٹی کے 10-15 لوٹے پڑے تھے۔ ایک ساتھی نے جگ تھام لیا کہ باقی احباب کے لوٹے بھرے کہ اتنے میں مسجد کے خادم نے ان سے جگ لے لیا کہ یہ کام میں کروں گا۔ اس خادم نے مزید بتایا کہ حضرت بڑی بیتابی سے آپ احباب (سنگیوں) کا انتظار کر رہے تھے ابھی آتے ہی ہوں گے۔ یہ خاکسار بھی وضو میں مصروف تھا کہ ایک شخص جو انتہائی سادہ لباس ململ کا کرتہ اور نیچے دھوتی (خانہ دار) پہنے۔ سر پر رومال باندھے پاؤں میں سادہ دیہاتی روائتی جوتا پہنے مسجد میں داخل ہوئے اور جائے وضو پر بیٹھ کر وہی مٹی کا لوٹا لیا اور وضو مکمل فرمایا۔ بس کیا تھا حضرت جی ؒ جس جس ساتھی پر نگاہ ڈالتے جاتے تھے ساتھیوں کی حالت غیر ہوتی جارہی تھی جیسے ہرنی سے برسوں بچھڑے بچے اپنی ماں کو پا لیتے ہیں۔ نماز ادا ہوئی۔ حضرت جی ؒ نے سارا وقت ہمارے ساتھ لگایا اور گھر نہ گئے مغرب کا معمول کرایا۔ حضرت نے ایک ایک ساتھی کو نام لے لے کر مراقبات کی تجدید کرائی اور جن احباب کی روحانی بیعت یا عرشِ اول میں تھے جو اجازت خصوصی سے دوران اسیری طے کرائے گئے تھے حضرت نے خود طے کرا کر عرش میں جب لے گئے تو فرمایا اب چلتے رہو انشاء اللہ روح خود چلتی رہے گی۔

بعد میں علم ہوا کہ جو ساتھی اپنے کو مسجد کا خادم کہہ رہا تھا وہ بھی فنافی الرسول تھا۔ اللہ اللہ! اس کچی سی مسجد میں رب کریم نے اپنی تجلیات کا ایک قلزم بپا کر رکھا تھا مگر وائے افسوس کہ چکڑالہ کے باسی اس نعمت غیر مترقبہ سے محروم ہی رہے اور حضرت جی ؒ کو صرف مولوی ہی سمجھتے رہے۔ دوسرے روز جب حضرت سے رخصت ہو رہے تھے تو قربان جائیے، لاکھ بار قربان ایسی ہستی پر، ایسے استاد پر جو اپنے شاگردوں کو رخصت کرنے گاؤں کے باہر تک آیا اور چند احباب کو ایک تاریخ دی کہ آپ پھر آنا جن میں یہ سیاہ کار، بدکارِ زمانہ بھی شامل تھا۔ اس وقت تو ہم میں سے کوئی نہ سمجھ سکا تھا مگر جب راقم دوبارہ پہنچا۔ معمولات کئے۔ رات ایک انتہائی بوسیدہ کچی چھت اور کچی دیواروں والے حجرے میں بسر کی جس کے کچے فرش پر گھاس بچھائی گئی تھی، گزاری۔ دوسرے روز جب رخصت ہونے کا وقت آیا تو حضرت چپکے سے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے۔ میں باہر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت جی ؒ واپس تشریف لے آئے تو سیدھا اپنے حجرے کی طرف چل پڑے اور اشارۃً اس سیاہ کار کو اندر آنے کا کہا، میں حضرت کے پیچھے ہولیا۔ حضرت اندر بیٹھ گئے۔ چند لمحات حضرت نے بندہ کی طرف دیکھا جس کی تاب لانا اپنے بس کی بات نہ تھی۔ آنکھوں سے برسات کے پرنالے رواں تھے تو حضرت نے فرمایا شاہ صاحب ادھر آؤ۔ بندہ قریب گیا تو ایک کاغذ عطا فرمایا اور گویا ہوئے کہ لوگوں کو اللہ اللہ کراؤ جس میں اہلیت پاؤ مقام احدیت پر لے جاؤ، جس میں اہلیت پاؤ معیت پر لے جاؤ جس میں اہلیت پاؤ اقربیت کرا دو اور جس میں اہلیت پاؤ سیر کعبہ، روضہ اطہر مسجد میں پیش کر کے روحانی بیعت کرا دو پھر میرے پاس لے آؤ۔ انشاء اللہ آگے میں سنبھال لوں گا"۔ (آج کل کسی صاحب مجاز کو روحانی بیعت کی اجازت نہیں ہے یہ حکم شیخ المکرم جناب حضرت جی مدظلہ العالی کا حکم ہے صرف فنا بقا تک کرا سکتا ہے یا منازل) اور یہ انتہائی مناسب دورِ حاضر کے احباب کی طبیعت اور حکمت کے تحت انتہائی صحیح فیصلہ ہے ورنہ تو معلوم نہیں نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کے لئے، ہیروں کی جگہ کچے پتھروں نے جگہ لی ہوتی۔ مجھے یاد ہے حضرت جی ؒ اس زمانے میں فرماتے تھے کہ "بعض احباب کو جب بیعت کے لئے پیش کرتا ہوں تو مجھے دربارِ رسالت مآب ﷺ سے جھاڑ (ناراضگی) کا اظہار کیا جاتا ہے کہ یہ ابھی اہل نہیں۔ بوجہ شرعی عذر کے۔ بالخصوص جس کی داڑھی مکمل شریعت کے مطابق نہ ہوتی۔

حضرت جی ؒ اکثر فرماتے تھے کہ اگر طبیعت پر قبض طاری ہو، کوئی پریشانی قلب کو آگھیرے تو مجھے اختصار کے ساتھ خط لکھ دیا کرو مگر جوابی لفافے ضرور ڈالنا یا میرے پرانے خطوط پڑھ لیا کرنا میرا کوئی خط پرانا نہیں ہوتا یا میری کوئی کتاب بالخصوص دلائل السلوک پڑھ لیا کرو تھوڑی ہی دیر میں طبیعت میں بسط آجائے گا اور قلب اطمینان پکڑ ـــ گا۔

اوائل میں منارہ کا اجتماع چونکہ ایک سکول میں ہوا کرتا تھا اور وہاں کی زمین میں

باقی صفحہ نمبر 56 پر ملاحظہ کریں

www.naqshbandiaowaisiah.com

ذکر دوام اور لذت آشنائی

جب روح میں حیات آتی ہے تو ایک عجیب طرح کا شعور پیدا ہوتا ہے، سوچ بدلتی ہے، نگاہ وسیع ہو جاتی ہے اور کردار تبدیل ہونے لگتا ہے۔ کیونکہ جب نگاہ وسیع ہوتی ہے، تو وہ اس دنیا پر ہی نہیں رکتی، میدانِ حشر تک کو دیکھتی ہے

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 03-05-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ o

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ o اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ o

(العمران 190-191)

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ o

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ ذَانَتْ بِهِ الْعُصْرُوا.

بظاہر تو دنیا، تمام امور میں، ترقی کی انتہا کو چھو رہی ہے لیکن کیا مادی ترقی، کیا بدن کی زیب و زینت، کیا صرف کھانے پینے میں آزادی اور سہولت، کیا صرف مال و دولت کی ریل پیل، یہی معراج انسانیت ہے؟ انسان کیا صرف جسم کا نام ہے؟

ایسا ہرگز نہیں ہے۔ انسان اللہ کی وہ عجیب مخلوق ہے جس میں جسم کا کردار محض اس دارِ دنیا کی زندگی میں دارِ عمل میں ہے اور اس کی حقیقت اس وجودِ ظاہری کے اندر ہے، اس کے رگیں رگیں میں، اس کے ذرے ذرے میں سمائی ہوئی ہے جسے روح کہتے ہیں اور انسانی روح اللہ کی تخلیق میں ایک ایسا شاہکار ہے کہ جب روح کے بارے بارگاہِ اقدس میں سوال کیا گیا حضور ﷺ سے اس کا جواب مانگا گیا تو من جانب اللہ ارشاد ہوا قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کہ میرے حبیب انہیں بتا دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے امر میں سے ہے، امر اللہ کی صفت ہے۔ اس کی تخلیق اللہ کی اس عظیم صفتِ باری سے روح کی تخلیق کیسے ہوئی، کوئی پرتو ڈالا گیا، کوئی اس کا عکس ڈالا گیا، کیا ہوا؟

جب یہ بات آتی ہے تو فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دیجئے اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کہ یہ بات سمجھنا انسانوں کی عقل سے بالاتر ہے۔ تمہیں اتنی استعداد نہیں دی گئی کہ تم اس بحث میں پڑو لہٰذا حقیقت انسان جو ہے وہ اس وجود کے اندر ہے۔ اس وجود کو تو کھانا مل جائے، روکھی سوکھی بھی مل جائے، بسر کر لیتا ہے۔ اس وجود کو قیمتی کپڑا نہ سہی سستا بھی مل جائے، گرمی سردی سے بچاؤ کا اہتمام ہو جائے تو گزارا کر لیتا ہے لیکن وہ روح جس کی تخلیق ہی عالم امر سے ہے اگر اس کا رابطہ عالم امر سے کٹ جائے تو بالکل وہی حال ہوتا ہے جو بدن کا رابطہ اگر خاک سے کٹ جائے۔ اب بدن خاکی ہو تو اس کا لباس بھی خاک سے پیدا ہوتا ہے، اس کی خوراک بھی، غذا بھی خاک سے پیدا ہوتی ہے، اس کی دوا بھی خاک سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر بدن کا رابطہ اس خاک سے، مٹی سے کٹ جائے تو کیا یہ باقی رہ سکتا ہے؟ اسی طرح اگر روح کا رابطہ عالم امر سے کٹ جائے تو روح کی حیات بھی باقی نہیں رہتی اور جب انسان میں روح زندہ نہیں ہوتی.....

روح کی زندگی کیا ہے؟ جس طرح بدن میں روح آئے تو زندگی آتی ہے اسی طرح جب دل میں نورِ ایمان آئے تو روح کو

www.naqshbandiaowaisiah.com

زندگی ملتی ہے۔ اگر یہ نور ایمان سے خالی ہو یا کفر سے بھرا ہوا ہو تو اس میں روح مر چکی ہے۔ جس کا نتیجہ آپ اس طرح دیکھ سکتے ہیں کہ کسی بھی کافر کو دیکھ لیں وہ انسان کی نسبت حیوان زیادہ نظر آئے گا۔ خودغرض ہوگا، بے حیاء ہوگا، ظالم ہوگا اور سانپ کی طرح اللہ کی مخلوق کو ڈسنے اور تباہ کرنے کے درپے ہوگا۔ اپنے ومعاشرے میں دیکھتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے دشمن کیوں ہو گئے ہیں۔ ہر بندہ دوسرے کو کھانے کو کیوں دوڑتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ روح میں حیات نہیں ہے۔

جب روح میں حیات آتی ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی لئے مبعوث فرمائے گئے کہ نسل آدم علیہ السلام کو اوصاف انسانی عطا کریں۔ انسان، انس سے ہے، محبت سے ہے۔ جب روح میں حیات آتی ہے تو انس پیدا ہوتا ہے، انسانیت پیدا ہوتی ہے اور آدمی اللہ کی مخلوق کی بہتری سوچتا ہے کہ میں کسی دوسرے آدمی کے کام کیسے آسکتا ہوں۔ میری وجہ سے کہاں کسی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ فرق ہوتا ہے روح کے زندہ ہونے میں اور روح کے مر جانے میں۔ جب روح میں حیات آتی ہے تو ایک عجیب طرح کا شعور پیدا ہوتا ہے، سوچ بدلتی ہے، نگاہ وسیع ہو جاتی ہے اور کردار تبدیل ہونے لگتا ہے۔ کیونکہ جب نگاہ وسیع ہوتی ہے، تو وہ اس دنیا پر ہی نہیں رکتی، میدانِ حشر تک کو دیکھتی ہے، نگاہ جب صرف اعمال اور اعمال کی لذات کو نہیں دیکھتی ان کے نتائج کو..... مابعد الموت اور قیام

کیا مادی ترقی، بدن کی زیب و زینت، کھانے پینے میں آزادی اور سہولت، مال و دولت کی ریل پیل، یہی معراج انسانیت ہے؟ انسان کیا صرف جسم کا نام ہے؟

حشر کے وقت تک دیکھتی ہے تو کردار کو یکسر تبدیلی کر دیتی ہے لیکن روح کو قائم رکھنے کے لئے، روح کو طاقت دینے کے لئے، روح کو صحت مند بنانے کے لئے..... اس (روح) کی خوراک کیا ہے؟ قرآن حکیم نے جگہ جگہ اس بات کی تلقین فرمائی ہے کہ زندگی میں سب سے زیادہ کام جو تم کرو وہ اللہ کا ذکر ہو۔ اَذْکُرُ اللّٰہَ ذِکْرًا کثیرا زندگی میں جتنے کام تم کرتے ہو، کھانا پینا بھی کام ہے، رزق کمانا بھی کام ہے، چلنا پھرنا بھی کام ہے، تعلقات اور کاروبار بھی کام ہے لیکن ایک اور عجیب کام ہے جو ہم زندگی بھر کرتے ہیں..... سانس لیتے ہیں جس میں کبھی رکاوٹ نہیں آتی، دل دھڑکتا ہے جس میں رکاوٹ آئے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک دھڑکتا رہتا ہے۔ تو اگر ہمیں ذکر کثیر کرنا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سانس کی آمد و شد سے زیادہ اللہ کا نام لیا جائے، دل کی دھڑکنوں سے زیادہ اللہ کا نام لیا جائے..... یہ کیسے ممکن ہے..... ؟ اسی ناممکن کو ممکن بنانا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ معجزہ ہے کہ بارگاہِ نبوی میں جو لوگ حاضر ہوئے اور جنہیں صحبت پیغمبر ﷺ نصیب ہوئی اور جو صحابہ کہلائے، پرتو جمال سے دل سے جو نور منعکس ہوا ان کے سینوں پر، ان کے وجودوں پر اور ان کے قلوب میں اس سے ان میں کمال یہ پیدا ہو گیا کہ قرآن حکیم بتاتا ہے ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ جمال مصطفوی ﷺ سے ان کی کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک بدن کا ہر ذرہ اللہ اللہ کرنے لگ جاتا ہے۔ اب ایک سانس کا آنا ایک لمحہ میں ایک بار ہوگا لیکن اس ایک لمحے میں اگر..... باڈی سیل اور وجود کے ذرات شمار کریں تو وہ تو کھربوں بنتے ہیں۔ اب اگر ہر سیل اور ہر ذرہ اللہ اللہ کرتا ہے تو ذکر کثیر تو ہو گیا، سانس سے بڑھ گیا۔ دل کی دھڑکن ایک بار ہوتی ہے لیکن خود دل جن ذرات سے جن سیلز سے بنا ہوا ہے، وہ بھی کھربوں ہیں۔ پھر اس کے ساتھ جو وجود انسانی ہے لاتعداد، بے شمار، گنتی سے زیادہ سیل ہیں اس میں اور جب وہ ذاکر ہو جاتے ہیں تو دل ایک بار دھڑکتا ہے اور وجود کھربوں بار اللہ اللہ کر جاتا ہے۔ اور اس کا صرف ایک طریقہ ہے، صرف ایک..... کہ بارگاہِ محمد رسول اللہ ﷺ سے وہ برکات حاصل کی جائیں۔

اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب نورِ ایمان نصیب ہو یا انسان کو اس کی صحیح

www.naqshbandiaowaisiah.com

فطرت نصیب ہو، اس کی انسانیت مسخ نہ ہوگئی ہو، اس میں کچھ انسانی اوصاف باقی ہوں، درندہ نہ بن چکا ہو تو فی خلق فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ..... یہ شب و روز کا آنا جانا، یہ رات دن میں تخلیق کا عمل، زمین کی تخلیق، آسمانوں کی تخلیق، پھر زمین میں مسلسل ایک تخلیق کا عمل کہ ایک لمحے میں گنتی سے باہر چیزیں پیدا ہوتی ہیں، کہیں پھل لگتے ہیں، کہیں درخت اگتے ہیں، کہیں کھیتیاں اگتی ہیں، کہیں گھاس اگتی ہے کہ کوئی گن نہیں سکتا کہ ایک لمحے میں کتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور کتنی چیزیں فنا ہوتی ہیں۔ یہ جو مسلسل عمل ہے تغیر کا، تبدیلی کا، تخلیق کا، عدم کا اور عدم سے وجود کا..... فرمایا! دانش مندوں کے لئے، صاحبِ خرد کے لئے، عقلمند کے لئے اس میں بہت بڑے دلائل ہیں عظمت الٰہی کے۔ لَاٰیٰتٍ لِاُولِی الْاَلْبَاب جو اولی الباب ہیں، جو صاحب لُب ہیں، جو صاحب خرد ہیں، جو صاحب عقل ہیں ان کے لئے اس میں بڑے دلائل ہیں۔

یہ صاحب عقل کون ہیں آگے قرآن حکیم اس کی وضاحت فرماتا ہے کہ صاحبِ عقل وہ لوگ ہیں اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وہ لوگ جو کھڑے ہوں تو اللہ اللہ کر رہے ہوتے ہیں، بیٹھے ہوں تو اللہ اللہ کر رہے ہوتے ہیں لیٹے ہوں تو اللہ اللہ کر رہے ہوتے ہیں یعنی ان کا کوئی حال ذکر الٰہی سے خالی نہیں ہوتا..... یہ لوگ صاحب خرد ہیں اور جب یہ ذکر دوام نصیب ہوتا ہے تو نگاہ کو

جس طرح بدن میں روح آئے تو زندگی آتی ہے اسی طرح جب دل میں نورِ ایمان آئے تو روح کو زندگی ملتی ہے۔

یہ وسعت ملتی ہے یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پھر اسے یہ شعور ملتا ہے کہ وہ تفکر کرتا ہے ارض و سما کی تخلیق میں، جہان کی آمد و رفت میں، حیات اور موت میں، کمال اور زوال میں..... یہی سورج کبھی دھیما سا ابھرتا ہے کبھی دوپہر کو آگ برسا رہا ہوتا ہے، کبھی عصر کے بعد دیکھتے ہیں تو نزع کے عالم میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کونپلیں پھوٹتی ہیں، تناور درخت بنتے ہیں، گر جاتے ہیں، ایندھن بن جاتے ہیں، فصلیں اگتی ہیں، کھیتیاں لہلہاتی ہیں، سوکھ جاتی ہیں، ختم ہو جاتی ہیں ایک تسلسل ہے، ایک عمل ہے جس میں رائی برابر کا کوئی فرق نہیں آتا..... پتہ نہیں دنیا کب سے قائم ہے، تب سے اب تک اگر سورج کی گرمی..... ایک ایک کرن بھی روز بند ہونے لگتی تو شاید آج تک سارا سورج بجھ چکا ہوتا، دنیا ختم ہو جاتی اگر ایک ایک کرن کی زیارتی ہونے لگتی تو آج تک شاید دنیا جل چکی ہوتی لیکن کوئی ہے..... ایسی ہستی جس نے ہر چیز کو اس طرح باندھ کر رکھا ہوا ہے اپنے حکم میں کہ کوئی شے اپنے وقت سے ایک لمحہ آگے نہیں ہوتی، اپنے وقت سے ایک لمحہ پیچھے نہیں ہوتی۔ فرمایا! لیکن یہ صاحبِ خرد کے لئے دلائل ہیں، اس کی سمجھ میں بھی آئیں گے، وہ خود بھی سوچے گا۔ اس کے اندر تفکر پیدا ہوگا لیکن کس سے.....؟ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ..... کھڑے ہوئے اللہ اللہ کرتا ہے، بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کرتا ہے، لیٹے ہوئے اللہ اللہ کرتا ہے۔ اب یہاں سے مراد ذکر دوام ہے مطلقاً ذکر تو ایک کھلا ہوا وسیع لفظ ہے اور اس کا معنی ہے..... یاد۔ لیکن کوئی بھی کام جب ہم شریعت کے مطابق کرتے ہیں تو اس میں اللہ کی یاد موجود ہوتی ہے..... کیوں ہم شریعت کے مطابق کرتے ہیں.....؟ اس لئے کہ اللہ کی ذات موجود ہوتی ہے تو وہ عملی ذکر ہے خواہ وہ روزی کمانا ہو، خواہ وہ کاروبار ہو، خواہ وہ دوستی دشمنی ہو، خواہ وہ جہاد ہو، خواہ وہ میدان کارزار ہو یا گھر ہو، خاندان ہو.....

جو بات ہمارے منہ سے نکلتی ہے اگر وہ شریعت کے مطابق ہے تو وہ زبانی ذکر ہے۔ اگر اس میں ہم درود شریف پڑھتے ہیں، اگر اس میں ہم اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں، اللہ کا کلام پڑھتے ہیں، اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اللہ کی باتیں بیان کرتے ہیں تو ہر وہ بات جو شریعت کے مطابق ہے وہ زبانی ذکر ہے۔ لیکن عمل بھی رک جاتا ہے۔ انسان تو ایسی عجیب مشین ہے کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

آدھا وقت کام کرو تو اتنا وقت اسے آرام کے لئے چاہئے۔ وہ دن کو کام کرتا ہے، رات کو آرام کرتا ہے تاکہ وہ کمی جو مشین میں آ گئی ہے، کل پرزوں میں آ گئی ہے وہ پھر سے دور ہو سکے۔ بدن کی پھر سے تعمیر ہوتی ہے۔ جو طاقت دن بھر آدمی خرچ کرتا ہے وہ سوتا ہے تو بدن اس کمی کو پھر سے پورا کر دیتا ہے، ان گھسی ہوئی ہڈیوں کو پھر سے بناتا ہے، ان رگوں اور پٹھوں کو پھر سے تازہ دم کر دیتا ہے تو وہ صبح کو اٹھتا ہے تو پھر کام پر لگ جاتا ہے۔ اب یہ ساری رات تو عملی ذکر نہ ہوا کہ ممکن نہیں ہے کہ عملی ذکر میں دوام آئے۔ عمل کرتا بھی ہے عمل چھوٹتا بھی ہے اور اس کے بعد زبانی ذکر آ گیا۔ یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ سارا دن آدمی ہر بات ایسی ہی کرے جو ذکر ہو۔

اگر ہم کسی دن اپنے دن کی ہر بات جو منہ سے نکلے لکھنا شروع کر دیں، شام کو اپنی ڈائری دیکھیں تو ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ ہم نے دن کو کس طرح سے ضائع کیا۔ اس میں کام کی باتیں چند ایک ہی ہوں گی اور پھر جب نیند آ جاتی ہے تو زبان بھی بند ہو جاتی ہے لیکن سانس کی آمد و شد بھی جاری رہتی ہے، دل کی دھڑکن بھی جاری رہتی ہے..... بے ہوش ہو جاتا ہے، بیمار ہو جاتا ہے، زبان بند ہو جاتی ہے، آنکھ بند ہو جاتی ہے، ہاتھ پاؤں کام چھوڑ دیتے ہیں لیکن سانس آ اور جا رہا ہوتا ہے، دل دھڑک رہا ہوتا ہے۔ سو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ فیض یہ تھا کہ جو نور ایمان لے کر گیا وہ نور کے دریا میں ڈوب گیا اور اس کا انگ انگ، بدن کا ذرہ

جب روح میں حیات آتی ہے تو انس پیدا ہوتا ہے، انسانیت پیدا ہوتی ہے اور آدمی اللہ کی مخلوق کی بہتری سوچتا ہے۔

ذرہ ذاکر ہو گیا۔ لیکن وہ برکات صحابہ کرام کے عہد میں بھی ایسے ہی تھیں کہ جو بھی ان کی خدمت میں پہنچا وہ تابعی کہلایا۔ تابعین کے عہد میں بھی اسی طرح تھیں برکات جو بھی کسی تابعی کی خدمت میں پہنچا تبع تابعی کہلایا۔

تین زمانوں کو خیر القرون کہا گیا ہے۔ یہ تین زمانے سب زمانوں سے بہتر ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! میرا زمانہ، میرے ساتھ والوں کا زمانہ اور ان کے ساتھ والوں کا زمانہ بالترتیب سب زمانوں سے بہتر ہیں۔ خیر القرون جب گزر گئے، شعبے تقسیم ہو گئے۔ علماء نے، علمائے حق نے ارشادات باری، ارشاداتِ نبوی کی تدوین کی، احادیث مرتب ہوئیں، کتاب اللہ کے تراجم ہوئے اور دنیا میں اللہ کی کتاب جس ملک میں بھی گئی اس زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔ احکام ظواہر تو علماء نے پہنچانے کا حق ادا کر دیا اور آج تک پہنچاتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ اس قوم کو ہمیشہ علماء کی سرپرستی نصیب فرمائے۔ یہ علماء ہی کا احسان ہے لوگوں پر کہ اللہ کی بات بتاتے ہیں، اللہ کے حبیب ﷺ کی بات بتاتے ہیں لیکن ایک شعبہ اور بھی بنا جس نے علمِ ظاہر کے ساتھ ان باطنی برکات کو سمیٹنے کے لئے عمریں خرچ کر دیں۔ ان انوارات کو بھی اپنے سینوں میں سمویا جو محمد رسول اللہ ﷺ کے سینہ اطہر سے حاصل ہوتے تھے اور وہ صوفی یا شیخ کہلائے اور ایسے لوگ دنیا میں بہت کمیاب ہو گئے چونکہ یہ جنس بہت قیمتی تھی۔ آپ کو ضروریات زندگی کی دکان ہر جگہ مل جاتی ہے لیکن اگر آپ ہیرے خریدنا چاہیں تو ہر شہر میں ہر دکان پر نہیں ملیں گے۔ کہیں کسی بڑے شہر میں بھی جوہری کی دکان کہیں کوئی ہو گی۔ یہ چونکہ ہیروں سے بھی قیمتی چیز تھی، یہ انوارات و برکات تھیں، یہ سینہ اطہر محمد رسول اللہ ﷺ سے تقسیم ہوتی تھیں تو یہ کمیاب ہو گئیں اور جو خوش نصیب لوگ تھے انہوں نے ملکوں میں پھر کر، شہروں میں پھر کر اللہ کے بندوں کو تلاش کیا اور ان سے یہ نعمت حاصل کی اور ان سے سیکھا۔

لوگوں نے اس کے لئے کتنی محنتیں کیں اس کا اندازہ اس ایک چھوٹی سے بات سے لگا لیجئے کہ یہاں ہماری زمینوں کے پاس ایک بزرگ کا مرقد ہے اس کی تاریخ پہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے قریب وہ یہاں سے بغداد تک پیدل گیا، اس زمانے میں تو لاریاں نہیں ہوتی تھیں اور ریل گاڑیاں نہیں ہوتی تھیں اور وہاں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پوتے کی شاگردی اختیار کی اور کئی برس وہاں رہ کر اللہ اللہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

سیکھی، ذکر دوام سیکھا، قلب کو ذاکر کیا، وجود کو ذاکر کیا اور پھر پتہ نہیں کتنے عرصہ میں چل کر واپس یہاں پہنچا۔ ہے نا عجیب بات.....! کہ اس زمانے میں جب ٹیلی فون نہیں تھے، تار نہیں تھی، ٹیلی ویژن نہیں تھے، یہ خبر لگانا ممکن نہیں تھا کہ کہاں کوئی ہے؟ لوگ چل پڑتے تھے کہ کہیں تو کوئی اللہ کا بندہ ہوگا، وہاں جا کر خبریں لیتے تھے۔ یہاں نہیں تو اس سے آگے، وہاں نہیں تو اس سے آگے۔ یہاں اس مٹی سے پیدل چل کر بغداد تک گیا وہ۔ اگر اللہ نے نعمت عطا کر دی تو بغداد سے پیدل ہی واپس آ گئے۔ یہ عجیب لوگ ہوتے ہیں، اس نے اپنے زمانے میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی، زمانہ اتنی صدیاں بیت گیا کہ جو آبادی تھی وہ مٹ گئی، کوئی ان کے جاننے والا نہیں رہا۔ کوئی ہمیں یہ بتانے والا نہیں ہے کہ یہ لوگ جن کے یہاں آثار ہیں کون تھے، کہاں چلے گئے؟ کوئی نہیں جانتا لیکن وہ مسجد ابھی باقی ہے اسے پھر کوئی نہ کوئی بنا دے گا۔ جس مسجد میں وہ اللہ اللہ کیا کرتے تھے وہ مسجد باقی ہے۔

تو میرے بھائی ذکر اس لئے ضروری ہے کہ اگر ذکر اللہ نصیب نہ ہو، ذکر دوام نصیب نہ ہو تو اعمال و کردار کی اصلاح بھی آسان نہیں رہتی۔ روح کی حیات اور روح کو زندہ رکھنا آسان نہیں رہتا۔ روحانی صفات جو انسان کو انسان بناتی ہیں، جس سے انس پیدا ہوتا ہے فرمایا کُنتُمْ اَعْدَآءً لوگو! تم تو سب دشمن تھے ایک دوسرے کے فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوبِکُمْ میرے نبی نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ یہی برکات محمد رسول اللہ ﷺ جب نصیب ہوتی ہیں تو پھر کیا جہاں ہم نانِ جویں کے لئے دروازوں پر جاتے ہیں، جہاں ہم روزگار کے لئے در در دھکے کھاتے ہیں، کیا نہیں چاہئے کہ اس نعمت کے لئے بھی کوئی دروازہ کھٹکھٹایا جائے، کسی ایسے بندے کو تلاش کیا جائے جہاں اللہ کا نام نصیب ہو اور ایسا نصیب ہو جیسا کیاری میں پانی لگتا ہے تو اس کے ذرے ذرے میں رچ بس جاتا ہے کہ ذرا سی برکات آئے تو نہ صرف سینہ روشن ہو، نہ صرف دل روشن ہو بلکہ اتنی اللہ اللہ ہو کہ وجود کے ذرات، گوشت، پوست، ہڈیاں، خون کا قطرہ قطرہ اللہ اللہ کرنے لگے۔ اگر یہ ذکر نصیب ہو جائے تو پھر سمجھ آتی ہے کہ انسانیت کیا ہے اور انسانی زندگی کیا ہے۔ پھر نگاہ جاتی ہے آسمانوں کی تخلیق پر تفکرون پھر تفکر پیدا ہوتا ہے، رحمت الٰہی کا اپنی حیثیت کے مطابق ادراک ہونے لگتا ہے پھر جی بھی چاہتا ہے اس کو سجدہ کرنے کو۔ اور سجدہ کرنے میں مزہ بھی آتا ہے۔ پھر دل یہ چاہتا ہے اس کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑے ہونے کو اور کھڑا ہونے میں مزہ بھی آتا ہے۔ پھر دل بھی چاہتا ہے اس کی راہ میں جہاد کرنے کو اور گردنیں کٹوا کر، سینے چھلنی کروا کر مزہ بھی آتا ہے۔ وہ مزہ جو مومن کے حصے میں ہے اور جس نے مغرب کی دنیا کو بلا کر رکھ دیا ہے کہ انہیں ملتا کیا ہے کہ یہ گھر سے مرنے کے لئے نکلتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ کوئی لڑائی میں جاتا ہے کہ وہاں سے لوٹ کے لے آؤں گا، کوئی لڑائی میں جاتا ہے اجرت لے کر، تنخواہ لے کر، پیسے لے کر کہ بھوکا مرنے سے وہاں مر بھی گئے تو خیر ہے کچھ پیسے تو ملیں۔ یہ کیسی عجیب فوج ہے کہ یہ کہتی ہے کہ ہم سے کچھ بھی لے لو، ہمیں لڑنے دو، ہمیں مرنے دو، بس ہماری منزل یہی ہے کہ ہم مر جائیں۔ مر کر انہیں کیا ملتا ہے.....؟ یہ فلسفہ مغرب کی سمجھ میں نہیں آتا اس لئے کہ وہ قرآن کو نہیں مانتے، اللہ کو نہیں مانتے، اللہ کے حبیب سے آشنا نہیں ہیں۔ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ یہ موت نہیں ہے، یہ موت کی موت ہے، مرنے والے کے لئے حیاتِ جاوداں ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَن یُقْتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ اَمْوَات" جو اللہ کی راہ میں مرتے ہیں انہیں مردہ مت کہو۔ اور اس میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اہل اللہ جن کے قلوب ذاکر ہو جاتے ہیں، جن کے وجود ذاکر ہو جاتے ہیں، جنہیں ذکر دوام نصیب ہو جاتا ہے، کسی حال میں بھی انہیں موت آئے انہیں شہادت کا رتبہ

نصیب ہوتا ہے اور انہیں حیات دوام نصیب ہو جاتی ہے۔ وہ اس لئے کہ ان کی جدوجہد بھی ہمیشہ ذات الٰہی کے لئے رہتی ہے، ہمیشہ اللہ کی رضا کی متلاشی ہوتی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بغیر کسی جنگ کے بھی جان ہاری ہوئی ہے یہ جان دے سکتے ہیں لیکن اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ یہ دم توڑ سکتے ہیں، یاد الٰہی چھوڑ نہیں سکتے۔

رات ایک سوال تھا کسی نے پوچھا کہ اللہ کی یاد تو ہر وقت رہتی ہے اٹھتے بیٹھتے بندہ اللہ اللہ کرتا ہی رہتا ہے، کوئی کام کرتے ہوئے کسی نے نہ اللہ کرنے کو [illegible] کسی سے ملتے جلتے ہوئے بھی اللہ کا نام لیتا ہے تو اس طرح اللہ کا ذکر تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ ...... بات درست ہے۔ اللہ کو ماننا ذکر الٰہی ہے، شریعت کے مطابق ہر کام کرنا ذکر الٰہی ہے لیکن یوں اللہ اللہ کرنا کہ لذت آشنائی نصیب ہو، ایں چیزے دیگر است۔ زندہ رہنا اور بات ہے، زندگی کے مزے لینا اور بات ہے۔ بات بات پر اللہ کا نام لینا ایک اور بات ہے لیکن بدن کا ذرہ ذرہ ذاکر ہو جائے اور ہر ذرہ ذرے اللہ کا نام لیں اور چلتا پھرتا ایک انسانی وجود تجلیات باری کا ایک چلتا پھرتا دریا بن جائے اس کی بات اور ہے، اس کی لذت اور ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

یہ لذت آشنائی حاصل ہو جائے تو پھر موت وحیات میں دلچسپی باقی نہیں رہتی، مال و دولت میں مزہ باقی نہیں۔ [illegible] سانس اس سے کوسوں دور ہو جاتا ہے جو آتی اس کی [illegible] بارگاہ الٰہی میں گزرتی ہے۔ جو لمحہ اس کا روبرو گزرتا ہے۔ ہر سانس اس کی عظمت الٰہی کے گن گاتا ہے۔ جو اس میں لذت آتی ہے اسے وہی جان سکتا ہے جسے اللہ نے نصیب کر دی ہو۔

بغیر ذکر کے جینا، جینا نہیں ہے، وقت گزارنا ہے۔

تو میرے بھائی! ضرورت ذکر [illegible] میری ذاتی رائے میں، جو میں سمجھ سکا ہوں، اللہ کی کتاب سے، اللہ کے حبیب کے ارشادات، زندگی بھر کے علوم میں اللہ کی دی ہوئی توفیق کے خرچ کرنے سے، جو میری سمجھ میں بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ بغیر ذکر کے جینا، جینا نہیں ہے، وقت گزارنا ہے۔ جینے کی جو لذت ہے، جینے کا جو مزہ ہے وہ تب ہے کہ ذکر الٰہی نصیب ہو جائے۔ اب اس سے زیادہ جو جاننا چاہے اس کے لئے میرا مشورہ ہے کہ وہ خود ذکر الٰہی شروع کرے۔ دنیا میں مشائخ عظام نے بے شمار طریقے شروع کئے ہیں اللہ اللہ کرنے کے اور جس طریقے سے بھی کوئی بات خلاف شریعت نہیں وہ سب جائز ہے۔ طریقوں کا جائز ہونا اور بات ہے اور کس طریقے سے کتنا فیض ملتا ہے اور کتنی برکات ملتی ہیں، کتنے انوارات ملتے ہیں یہ ایک اور بات ہے۔ ہم سے جب بھی بات ہوگی، کوئی بات کرے گا تو ہم اس بات کو دہرا سکیں گے جس میں ہم نے عمریں لگا دی ہیں جس طریقے سے ہم نے ذکر سیکھا ہم اسی طریقے سے سکھا سکیں گے، جس طرح سے ہم کرتے ہیں ہم اسی طرح سے کرا سکیں گے۔ اگر کوئی کسی اور طرح سے کرتا ہے تو درست ہے ضرور کرے۔ چونکہ ہر وہ طریقہ جائز ہے اور ذکر کرنا فرض ہے۔ طریقہ ذکر پر نہ قرآن نے محدود کیا اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے محدود کیا، کوئی بھی ماوشما اپنی طرف سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہی طریقہ صحیح ہے۔ ہر وہ طریقہ صحیح ہے جو خلاف شریعت نہ ہو۔ کسی بزرگ سے سیکھے، کسی اللہ والے سے سیکھے لیکن میری یہ گزارش ضروری ہے کہ زندگی کا مزہ لینا ہے تو ذکر ضرور سیکھے۔

اللہ کا ذکر سیکھیں، حاصل کریں اور جب وجود میں رچے گا، بسے گا تو پھر آپ جان سکیں گے کہ ذکر الٰہی کا مزہ کیا ہے اور اس کے بغیر زندگی کیا ہے۔ اللہ سب کو توفیق عطا فرمائے، ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور اللہ سب کو اپنا نام لینے کی توفیق عطا کرے۔ ہمارے دلوں کو، سینوں کو، بدن کو منور فرمائے، ہماری خطاؤں اور گناہوں سے درگزر فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

میرا وجدان

غیاث الدین جانباز

ریفرنڈم ہو چکا..... کیسا ہوا؟ کس طرح ہوا؟ مدتوں اس پر بحث ہوتی رہے گی۔ بہرحال جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول برسوں سے جاری ہے۔ ریفرنڈم کرانے والوں میں خوفِ خدا ہے نہ خدا کی مخلوق سے کوئی دلچسپی۔ ریفرنڈم کے مخالفین بھی خوفِ خدا سے دور اور مخلوق خدا کے دشمن۔ دونوں گروہ اس ملک خداداد میں رب کے نظام کے دشمن۔ دونوں ہی امریکی بالادستی کے حامی دونوں ہی سودی نظام معیشت کے رکھوالے۔ دونوں کی منزل و مقصد ایک۔ اس لئے کہ دونوں کا کام ایک ہے کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم نہیں ہونے دیں گے۔ ایک تیسرا گروہ دینی سیاسی جماعتوں کا ہے وہ بھی نفاذ اسلام کی بجائے اسلام آباد کا طالب ہے۔ اس طلب میں اس گروہ نے بے نظیر بھٹو اور نواز شریف حکومتوں کا دھڑن تختہ کیا۔ جب اسلام آباد جانے کی ہوس پوری نہ ہوئی تو وہ بھی دوسرے گروہ کا ہمنوا بن کر اپنی منزل کھوٹی کر رہا ہے۔ بے نظیر منزل پانے کے لئے اس گروہ کو استعمال کرنے پر آمادہ اور یہ گروہ منزل پانے کی دھن میں بے نظیر کو استعمال کرنے کا دعویدار۔ کون کسے استعمال کر رہا ہے۔ دونوں ہی نہیں جانتے لیکن جنرل نے اس تیسرے گروہ کو منافقت کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ وہ بڑے مسلمان نہیں ہم بھی مسلمان ہیں ہمیں بھی اقتدار میں رہنے کا حق ہے۔ جنرل کی بات تو درست ہے جب حکومت مسلمانوں پر مشتمل ہوتی ہے اور اسلام کی حکومت قائم نہیں کرنی تو پھر تم ہم سے بڑے مسلمان کیسے ہو گئے۔ ایک عجیب تماشہ لگا ہوا ہے اور عوام محو تماشہ ہیں۔ عوام کے سامنے چہرے بے نقاب ہو رہے ہیں۔ اے آر ڈی کہتی ہے کہ عوام نے ووٹ ڈالنے کے لئے پولنگ سٹیشنوں پر نہ جا کر اپوزیشن پر اعتماد کا اظہار کر دیا ہے۔ اے آر ڈی کے مخالفین کہتے ہیں کہ اگر ان کا دعویٰ درست ہے تو پھر ''ناں'' پر مہر کیوں نہ لگوائی بائیکاٹ کا نعرہ کیوں لگایا۔ امر واقع یہ ہے کہ عوام کو ووٹ ڈالنے میں کوئی دلچسپی تھی ہی نہیں۔ نہ عوام میں حکمرانوں کے لئے نرم گوشہ تھا نہ اے آر ڈی کے لئے۔ عوام سب کچھ جانتے ہیں۔ اگر عوام واقعی اے آر ڈی کے ساتھ ہیں تو پھر وہ عوام کو سڑکوں پر لائے اور ثابت کرے کہ عوام نے ریفرنڈم کے نتائج مسترد کر دیئے ہیں۔ پرویز مشرف نئے کھلاڑی لانے کے لئے نئے کھیل کے ضابطے تیار کر رہے ہیں اور اپنے نئے کھیل میں کچھ پرانے کھلاڑیوں کو کھیلنے کا موقع دیں گے۔ یہیں سے نئے کھیل میں کچھ ہلڑ بازی شروع ہوگی۔ پرویز مشرف کے نئے کھیل کے کھلاڑیوں میں ناظم لیگ کا اہم کردار ہوگا۔ پرانے کھلاڑیوں میں سے موسم لیگ ان کے ساتھ شامل ہوگی۔ ناظم لیگ اور موسم لیگ والوں کو نون لیگ والے لوٹے دکھائیں گے۔ یوں اکتوبر کے انتخابات میں خوب دھینگا مشتی ہوگی۔ سیاسی محاذ آرائی بڑھے گی اور بڑھتی چلی جائے گی۔ نئے متحدہ محاذ تشکیل پائیں گے۔ ملک کمزور ہوگا۔ افراتفری سے امریکہ اور بھارت فائدہ اٹھائے گا۔ اس وقت تک افغانستان میں بھی کھیل شروع ہو جائے گا۔ عراق ایران پر بھی یلغار ہوگی۔ امریکہ اور اس کے یار بھنستے چلے جائیں گے۔ اللہ کے کھیل بھی شروع ہوں گے اور بڑے دلچسپ ہوں گے اور اس کھیل میں خیر اور شر کا مقابلہ ہوگا۔ حق اور باطل کے اس مقابلہ میں لاریب حق غالب اور باطل مغلوب ہوگا۔ سردست تو باطل قوتوں کو لڑتے دیکھئے اور انہیں کمزور ہونے دیجئے۔ اس محاذ آرائی میں خیر کی قوتوں کو اپنا کیا کردار ادا کرنا ہے۔ یہ فیصلہ ہمیں مولانا محمد اکرم اعوان پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اللہ جل شانہٗ مولانا محترم کی عمر دراز فرمائے آخری کھیل تو مولانا کی قیادت میں کھیلا جائے گا۔ میرا وجدان تو یہی کہتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

زمینی حقائق اور آسمانی حقائق

م۔ش۔اویسی

افغانستان میں متعین امریکی ریڈ کراس کے حکام اپنی حکومت کو طالبان شہداء کے بارے میں بڑی عجیب وغریب رپورٹیں دیتے رہتے ہیں، مثلاً ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ انہیں جہاں بھی طالبان کی لاش ملتی ہے وہ اسے سینکڑوں لاشوں میں سے پہچان لیتے ہیں کہ ان کی لاشیں خراب نہیں ہوتیں بلکہ تر و تازہ ہوتی ہیں۔ یہ رپورٹ امریکی ریڈ کراس کی ویب سائیٹ پر موجود ہے دیکھی جا سکتی ہے۔ اسی ویب سائیٹ رپورٹ میں انہوں نے یہ قیاس آرائی بھی کی ہے کہ ممکن ہے یہ موسم کا اثر ہو اور پھر خود ہی اس امکان کو رد کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ طالبان کے مقابلے میں جو شمالی اتحاد والے لڑتے ہوئے مارے جاتے ہیں ان کی لاشوں میں تو کیڑے پڑے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ متعفن ہوتی ہیں، آخر ان پر موسم کا اثر کیوں نہیں ہوتا۔ اب ان کی رگوں سے خون لے کر یہ ریسرچ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آیا یہ ان کی خوراک کے فرق کا اثر تو نہیں ہے۔ نیز اس قسم کی اور بھی بہت سی اطلاعات موثق ومعتبر ذرائع سے آتی رہتی ہیں، مثلاً کہ طالبان شہداء کے اجسام اور ان کے اعضاء حتیٰ کہ ملبوسات تک عموماً نہایت اعلیٰ درجے کی خوشبوؤں کی مہک میں رچے بسے ہوئے اور غایت درجہ بصیرت افروز انوارات وکیفیات سے بہرہ ور دیکھے گئے ہیں، جس سے ان شہدائے کرام پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی برکات وانعامات کے نزول کا احساس ہوتا ہے۔ اس قسم کے سپر نارمل، بصیرت افروز اور تجسس انگیز واقعات کے انمٹ نقوش جریدۂ عالم پر اس تسلسل وتواتر کے ساتھ ثبت ہوتے رہتے ہیں، کہ عقلِ سلیم، فہمِ رسا، ذوقِ تجسس، طلبِ صادق اور قوت فیصلہ کی معمولی خو بو سے بہرہ ور کسی شخص کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ دو جمع دو کے مجموعہ چار کی طرح واضح، واثق اور واشگاف انداز اور کھلی آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے قدرت الٰہی کے مظہر اس قسم کے سپر نارمل اور کراماتی حالات، واقعات اور مشاہدات کی صداقت وحقانیت کے بارے میں کسی انکار کا جواز پائے، جو اعصار وشمار سے فزوں تر اور جن کا ظہور وشہود صدیوں پر محیط اور جن کی واقعیت وجامعیت مثلِ آفتاب نصف النہار درخشاں وفروزاں اور جن کے ہزاروں لاکھوں مشاہدین وناظرین ہوں۔ مثلاً :-

حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت عبداللہ بن جابرؓ کے مزارات عراق میں ہیں جن کے بارے میں اسی قسم کا ایک عجیب وغریب اور ایمان افروز واقعہ 1929ء میں رونما ہوا۔ جب کہ عراق میں شاہ فیصل کے والد شاہ طلال کی بادشاہت تھی۔ اس وقت ان ہر دو صحابہ کرام کی قبریں موجودہ جگہ جامع مسجد سلمان کے احاطے میں نہیں تھیں۔ بلکہ دریائے دجلہ کے کنارے کے قریب تھیں۔ 1929ء میں بادشاہ وقت نے خواب میں دیکھا کہ یہ دو صحابہ کرام فرما رہے ہیں کہ ہماری قبروں میں پانی آ رہا ہے اس کا مناسب انتظام کرو۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق دجلہ اور قبروں کے درمیان کسی جگہ گہری کھدائی کر کے دیکھا گیا لیکن اندرونی طور پر دجلہ کے قبروں کی طرف پانی رسنے کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔ چنانچہ بادشاہ نے اس بات کو ایک خواب سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ لیکن اس کے بعد پھر ...... غالباً ایک سے زائد مرتبہ ...... وہی خواب دکھائی دیا جس سے بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی۔ اس نے جید علماء کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا اس وقت عراق کے ایک عالم نے بھی بیان کیا کہ انہوں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے، آخر باہمی مشوروں اور بحث و تمحیص کے بعد یہ قرار پایا کہ دونوں بزرگوں کی قبور مبارک کو کھول کر دیکھا جائے۔ چونکہ قرونِ اولیٰ کے دو عظیم بزرگوں اور صحابہ رسول ﷺ کی قبروں کو کھولنے کا یہ واقعہ تاریخ میں پہلا واقعہ تھا اس لئے حکومت عراق نے اس کا زبردست اہتمام کیا اور تاریخ مقرر کی، کہا جاتا ہے کہ مقررہ تاریخ پر نہ صرف اندرون عراق بلکہ دوسرے ملکوں سے بھی خلقت کا اس قدر اژدھام تھا کہ حکومت نے سب کو یہ عمل دکھانے کے لئے بڑی بڑی اسکرینیں دور تک نصب کیں تاکہ جو لوگ براہ راست قبروں کے پاس یہ عمل نہ دیکھ سکیں وہ ان اسکرینوں پر اس کا عکس دیکھ لیں اس طرح یہ مبارک قبریں کھولی گئیں اور ہزاروں افراد کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے یہ حیرت انگیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تقریباً 13 سے زائد صدیاں گزرنے کے باوجود دونوں بزرگوں کی نعش ہائے مبارک صحیح وسالم اور تر و تازہ تھیں۔ وہ صرف

حرکت نہیں کر سکتے تھے باقی ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی فوت ہوئے ہیں۔ حالانکہ انہیں ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے تھے۔ [illegible] یہ منظر دیکھ کر بہت سے غیر مسلم بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس موقع پر غیر ملکی نامہ نگاروں، فلم بنانے والوں اور غیر ملکی ٹیلی وژن کی بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ اس خبر کی تفصیل دنیا بھر کے اخبارات میں شائع ہوئی۔ ایک غیر مسلم ماہر امراض چشم جو وہاں موجود تھا اس نے اجسام مبارک کو دیکھ کر بتایا کہ ان کی آنکھوں میں ابھی تک وہ چمک موجود ہے جو میت کی آنکھوں میں انتقال کے کچھ دیر بعد بھی موجود نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ وہ شخص یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

دونوں نعش مبارک حضرت سلمان فارسیؓ کے قریب موجود جگہ پر دفن کی گئیں۔ اس دور کے دنیا بھر کے اخبارات میں اس کا چرچا ہوا۔ موقع پر ایک غیر ملکی فرم کے ذریعے اس پورے عمل کی عکس بندی بھی کی گئی۔ دنیا بھر سے غیر مسلم بھی یہ واقعہ بچشم خاص دیکھنے آئے تھے وہ اس اثر انگیز منظر سے بہت متاثر ہوئے اور بہت سے لوگوں نے یہ منظر دیکھ کر اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اپنے دین کی حقانیت و فوقیت کے ایسے نمونے ہر دور میں دکھاتے ہیں۔ 1970ء کی دہائی میں بھی مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کے وقت تین صحابہ کرامؓ کے وجود مبارک وہاں سے نکال کر جنت البقیع میں دفن کئے گئے، جو چودہ صدیوں بعد بھی ویسے ہی ترو تازہ تھے جیسے انہیں دفن کیا گیا تھا۔ بدن پر موت کا کوئی اثر اور کوئی فرسودگی نہیں تھی۔ (حالانکہ مدفون اجسام میں دنوں ہی میں کیڑے پڑ جاتے، اور مہینوں ہی میں وہاں صرف ہڈیاں [illegible]

[illegible] ملتان کے [illegible] میڈیکل [illegible] واقعات [illegible] زبانی سنیے، لکھتے ہیں:

"میں سعودی عرب میں بریدہ کے [illegible] فزیشن کام کر رہا تھا۔ 1968ء [illegible] روز زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ وہاں ایک ڈاکٹر دوست کے پاس قیام کیا۔ ڈاکٹر صاحب بیمار تھے اور کافی مریض ان کے منتظر تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے مریض دیکھنے کے لئے کہا۔ چنانچہ میں نے مریضوں کو فارغ کیا۔ ان میں سے ایک بدوی بزرگ مجھے احد پہاڑ کے پاس مریض دکھانے کے لئے لے گیا۔ شہداء احد کے قبرستان کے پاس ہی خیمہ میں مریض پڑا تھا۔ [illegible] وہ شخص مجھے حضرت حمزہؓ کی قبر پر لے گیا اور بتایا کہ آج سے پچاس سال پہلے حضرت حمزہؓ کی قبر موجودہ جگہ سے نیچے وادی میں تھی۔ ایک بار زبردست بارش ہوئی تو حضرت حمزہؓ کی قبر زیر آب آ گئی۔ شریف مکہ کو، جو ان دنوں حجاز کے حکمران تھے، خواب میں حضرت حمزہؓ کی زیارت ہوئی، حضرت حمزہؓ نے شریف مکہ سے کہا کہ مجھے بارش کا پانی تنگ کر رہا ہے اس کا بندوبست کرو، شریف مکہ نے علماء کے مشورے سے جب قبر کو کھلوایا تو واقعی اس میں پانی رس رہا تھا چنانچہ حضرت حمزہؓ کی نعش کو موجودہ اونچی جگہ (کوہ احد کے دامن میں) منتقل کرنے کا پروگرام بنایا گیا بوڑھے بدو نے بتایا کہ وہ خود بھی ان دنوں میں شامل تھا۔ کھدائی کے دوران کدال کی معمولی سی ضرب غلطی سے نعش مبارک کے ٹخنے پر لگی، یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے کہ وہاں سے تازہ خون جاری ہو گیا۔ چنانچہ اس جگہ [illegible] گئی۔ حضرت حمزہؓ کے جسم کو کھولا گیا تو دیکھا کہ جسم کے نچلے حصے پر کفن موجود ہے، زخموں سے تازہ خون رس رہا ہے، وہاں پر موجود سب لوگوں نے حضرت حمزہؓ کی زیارت کی اور انہیں اسی حالت میں پرانی قبر سے نکال کر موجودہ اونچی جگہ دوبارہ دفن کر دیا گیا"۔

قدرت خداوندی کے مظہر اس قسم کے کراماتی واقعات کے حوالہ و تذکرہ پر ملحدین و مادئین کا ردعمل ہمیشہ تامل، شک و انکار کا ہوتا ہے۔ اور زعم ناتواں کی حاصل اس "ادعا پسندانہ سوچ" کو وہ کمال خود فریبی سے "سائنٹیفک سوچ" سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ سائنس کے دائرہ تحقیق اور اثر و اطلاق میں صرف وہی امور و واقعات شامل ہیں جو قانون طبعی کے تحت ظہور میں آتے ہیں، ماورائے طبیعات چیزوں اور امور کے بارے میں وہ ہمیں کوئی قطعی بات نہیں بتا سکتی۔ ماہرین مادی سائنسز (جغرافیہ، فزکس، کیمسٹری اور خلائی مطالعات) نے مادی وسائل کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ کائنات میں دس فیصد مادی قوت موجود ہے، اور نوے فیصد پیرا نارمل قوت ہے۔ جو ظاہری حواس سے ماورا (Invisible) ہے، او جس سے صرف پیرا نارمل سائنسز بحث کرتی ہیں۔ اور انسان کل مطالعہ اور تحقیق کے ساتھ کائنات کے متعلق صرف 1/2 فیصد علم رکھتا ہے، کیونکہ ہر مادہ میں 90 یا 99 فیصد پیرا نارمل قوت ہے۔ انسان صرف اپنی پانچ فیصد صلاحیتوں کو استعمال کر رہا ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

باقی 95 فیصد قوتوں کو چلانا یا سمجھنا (یعنی ان پر توجہ اور تحقیق کرنا) ان کو نہیں آتا۔ انسان کی ساخت اور زندگی پانچ فیصد مادی اور 95 فیصد پیرانارمل ہے، اور وہ پانچ فیصد مادی قوت بھی پیرانارمل قوت کے تحت کام کر رہی ہے۔ بنابریں صرف اعشاریہ پانچ فیصد معلوم مادی معلومات پر قانع اور باقی 95.5 فیصد علوم وفنون کے دائرہ اثر واطلاق، ان کے مقام و مرتبہ، اور ان کی اہمیت و افادیت کے احساس و ادراک سے محروم ملحد و مادہ پرست حلقوں کی فکری بے مائیگی اور عقلی بے بضاعتی بخوبی عیاں ہے۔ علاوہ ازیں زمانہ ماضی میں مادی نقطہ نظر سے قطعی ناممکن تصور کئے جانے والے مابعد النفسیاتی امور جدید دنیا میں اپنے اثبات کے انمٹ نقوش ثبت کر رہے ہیں اور پیرا سائیکالوجی (انتقال افکار) ٹیلی پیتھی (بعد النفسیات) مستقبل بینی، تسخیر قلب، ہپناٹزم، کاہنوں اور جادوگروں کے رابطہ شیاطین و جنات کے واقعات، یوگا (الفاتھراپی) نیوروتھیولوجی (اعصابی دیومالا کا علم) چھٹی حس کے مظاہر، سچے خواب (مثلاً گزرنے والے انجانے واقعات یا آئندہ حالات کی صحیح تصویر کشی۔ الہام، مماثل خوابوں کے ذریعے رابطہ و پیام) سلب امراض اور اس قسم کے دیگر بافوق العادت علوم وفنون کے حیرت زدہ واقعات الحادی فکر وفہم کے لئے بنیاد شکن چیلنجوں کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اہل نظر اور صائب الرائے حلقوں کے بقول مادہ پرست ظاہری و مادی حواس کی دسترس سے بالاتر امور کے وجود کے منکر ہیں، لیکن ان کے اس زعم باطل کا بھانڈا خود ان کے حلیف شیاطین و جنات نے مظاہر نے ہی پھوڑ دیا ہے اور دورِ حاضر میں ساحروں اور جادوگروں کے بغیر کسی ظاہری وسیلہ کے رونما ہونے والے کرشمے اور شعبدے دنیا کے کونے کونے میں شبانہ روز کے معمولات ومشاہدات عالمی میڈیا کا خصوصی موضوع بن کر کثیر الوقوع اور قوی الشواہد حقائق بن چکے ہیں، جن کے پس منظری محرکات وعوامل مادی حواس کے لئے غیر محسوس اور غیر مرئی ہوتے ہیں، لیکن عامل کی تحریک وتوجہ سے قریب و دور کے، معمول، اشیا و اجسام پر غیر معمولی قوت اور شعوری صلاحیت کے ساتھ اپنی کارگزاری کے حیرت انگیز اثرات وتصرفات کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور ارتکازِ توجہ (ٹیلی پیتھی) کے فنون کے ذریعے کسی ظاہری مواصلاتی میڈیا کے بغیر میلوں کی دوری پر بھی رابطہ ومکالمہ ممکن ہو جاتا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ٹیلی پیتھی والے کی ارتکاز توجہ کی لہریں جو کسی غیر مرئی، غیر محسوس اور نادیدہ آلہ کار، وچولے، یا میڈیا کے ذریعے دور ونزدیک (میلوں کی دوری پر بھی) مطلوبہ مقام اور شخص یا اشخاص تک پہنچ کر اپنے اثرات ونتائج دکھاتی ہیں، تو کیا رابطہ کار کے ارتکازِ توجہ کے مقاصد مطلوبہ فرد یا افراد تک پہنچانے کا ذمہ دار غیر محسوس میڈیا کسی قوتِ شعور اور طاقتِ پرواز کے بغیر ہی عام حالات میں ناممکن ان امور عجیبہ وغیر عادیہ کو انجام دیتا ہے؟ (ایں خیال است ومحال است وجنون)

اس سے یہ حقیقت پایہ ثبوت اور درجہ یقین تک پہنچ جاتی ہے کہ حیاتی وکائناتی حقائق صرف وہی نہیں ہیں جو محض مادی حواس سے معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی بعض ایسے غیر مرئی اور ماوراء الطبیعات حقائق بھی موجود ہیں جو ظاہری و مادی حواس سے معلوم نہیں ہوتے مگر اپنے اثرات ونتائج کے ذریعے اپنے وجود کا ثبوت دیتے ہیں، اور وہ مادی امور سے قوی اور پراسرار ہوتے ہیں۔ اسی طرح دین حق کے مادی حواس سے ماوراء اور غائبانہ امور ومعارف مثلاً جنات، ملائکہ، روح انسانی وغیرہ کا وجود بھی ایسی ٹھوس حقیقتیں ہے جنہیں جاننے کیلئے انسان صرف ہدایاتِ ربانی، اور الہاماتِ خدائی کا محتاج ہے، اور جن کا انکار کوتاہ اندیشی، کج فہمی اور فکری نارسائی پر دلالت کرتا ہے۔ ایک طرف ذہنی مشقوں اور ریاضتوں کے مرہون منت یا جنات وشیاطین کے تصرف و رابطہ سے وقوع پذیر ہونیوالے فوق العادت مظاہر مادی والحادی متوقف کے بتانِ زعم و گمان کو پاش پاش کر دیتے ہیں، تو دوسری طرف اعجازی عظمت وحقانیت کے مظہر اور عطائے الٰہی سے ظہور پذیر ہونیوالے انبیاء کرام کے معجزات اور انکی تعلیمات وبرکات کے خوشہ چین وامین، صالحین وعارفین حضرات کی کرامات ومکاشفات کی آفتابِ عالم تاب کی مانند صدیوں سے درخشاں، فروزاں اور تاباں صداقت و واقعیت نے الحادی اندازِ فکر کی نارسائی کو اس سے بھی زیادہ مؤثر اور فیصلہ کن انداز میں طشت از بام کر دیا ہے (واضح رہے کہ مذکورہ غیر عادی واقعات اور معجزات وکرامات میں وہی فرق ہے جو ساحرینِ فرعون کے جادوئی شعبدوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعجازی کارناموں میں ہے۔ کاہنوں اور جادوگروں کے معمولات کے انداز شیطانی وطاغوتی اور ان کے اثرات سفلی، منفی اور سطحی ہوتے ہیں، جبکہ معجزات وکرامات براہِ راست فعلِ باری تعالیٰ ہیں، جو باطل اور شر کے مقابلہ میں حق اور خیر کی صداقت، نصرت اور فوقیت ثابت کرتے ہیں۔ جن کے آگے جادوئی افعال کے سفلی اثرات باطل اور بے اثر ہو جاتے ہیں۔)

www.naqshbandiaowaisiah.com

حقیقت خرافات میں کھو گئی

صوفیاء نے یہی شعبہ اپنایا کہ دلوں کا تزکیہ کیا جائے۔ لیکن کیا کیا جائے اس موروثیت کا جو ہمارے اندر در آئی کہ بیٹا خواہ اس سے واقف تھا یا نہیں تھا موروثی طور پر گدی نشیں ہو گیا اور حقائق کی جگہ روایات نے لے لی :۔

یہ امت روایات میں کھو گئی　　حقیقت خرافات میں کھو گئی

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 26-04-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

وَالَّذِینَ ءَامَنُوٓا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوا.

ایک عجیب صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ عشقِ الٰہی اور اللہ سے محبت اور چیز ہے اور شریعت ظاہرہ اور سنتِ خیر الانام ﷺ، احکام کتاب اللہ، یہ کچھ اور ہے۔ یہ ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ یاد رکھیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہی اس لئے ہوتے ہیں کہ مخلوق کو اللہ کریم کی محبت سے آشنا کریں، اس کی ذات سے آشنا کریں، اس کے وسیع کرم سے آشنا کریں اور اس بات سے آشنا کریں کہ حقیقی محبت کا مستحق صرف "اللہ" ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اصول فطرت ہے کہ صرف ایک ہی محبت انسانی ذہن میں نہیں ہوتی، اس میں بہت سی محبتیں ہوتی ہیں۔ ایک دل میں اپنی زندگی اور ذات سے بھی محبت ہوتی ہے اور ہر دل میں ہوتی ہے۔ ایک دل میں اپنی اولاد سے، بیوی بچوں سے محبت ہوتی ہے اور ہر دل میں ہوتی ہے۔ اسی دل میں، ایک ہی وقت میں والدین سے محبت بھی ہوتی ہے، بہن بھائیوں سے محبت ہوتی ہے۔ دنیاوی زندگی با آرام اور باعزت گزارنے سے محبت ہوتی ہے، اپنے گھر بار، اپنے مال و منال، اپنی جائیداد سے محبت ہوتی ہے۔ اور یہ ساری محبتیں منع نہیں ہیں۔ اگر ان سب رشتوں سے محبت کا تعلق نہ ہو تو پھر نفرت ہوگی۔ دو باتوں میں سے ایک تو ہوگی۔ اگر نفرت نہ ہوگی تو کم از کم لاتعلقی تو ہوگی۔ کوئی تعلق نہ رہے گا تو انسانی زندگی کیسے چل سکے گی؟ ہاں، قرآن حکیم کا مطالبہ یہ ہے کہ وَالَّذِینَ ءَامَنُوٓا جنہیں نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے، اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ یہ ساری محبتیں تو ان کے دل میں ہوتی ہیں لیکن سب سے شدید محبت جو ہوتی ہے وہ اللہ کی ہوتی ہے۔ اس شدت سے مراد یہ ہے کہ اگر کہیں مقابلہ آ جائے دنیا کی محبت چھوڑنی پڑی یا اللہ کی محبت چھوڑنی پڑے تو پھر دنیا کی محبت ترک کرتا ہے اللہ کی محبت ترک نہیں کرتا کیونکہ یہ اس کی نسبت بہت زیادہ، بہت شدت کے ساتھ اور بہت شدید ہے، یہ چھوڑی نہیں جا سکتی۔ اسی طرح کبھی رشتہ دار، اولاد، راہِ حق میں آڑے آتی ہے تو دو میں سے ایک راستہ اختیار کرنا پڑے تو اللہ کا بندہ، اللہ کا راستہ اختیار کرتا ہے خواہ اسے اولاد بھی قربان کر دینا پڑے۔ یا کسی وقت جان پر بن آتی ہے۔ اور اگر وہ راہِ حق پر رہتا ہے تو جان کو خطرہ ہے اور جان کے ساتھ بھی محبت ہے، اپنے وجود کے ساتھ بھی محبت ہے، اپنی زندگی کے ساتھ بھی محبت ہے لیکن محبت الٰہی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ جان ہار جاتا ہے، جان قربان کر دیتا ہے، جان نثار کر دیتا ہے لیکن محبتِ الٰہی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور خصوصاً امام الانبیاء ﷺ نے نوع انسانی کو جو دیا اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے۔ کہ کُنْتُمْ اَعْدَآءً کہ اے لوگو تم صرف دشمن تھے،

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہر ایک کے دشمن۔ اپنوں کے دشمن، بیگانوں کے دشمن، قبائل، قبائل کے دشمن، حکومتیں، حکومتوں کی دشمن، خاندان، خاندانوں کے دشمن، افراد، افراد کے دشمن، بھائی، بھائیوں کے دشمن، باپ بیٹوں کے دشمن، حتیٰ کہ تم اپنی ذات کے بھی دشمن تھے کہ خود کو بھی جہنم میں گرانے پر تلے ہوئے تھے۔ كُنْتُمْ اَعْدَآءً تم صرف دشمن تھے۔ اور نہ صرف دوسروں کے بلکہ اپنی ذات کے بھی دشمن تھے کہ ایسا کردار اپنایا ہوا تھا کہ خود کو بھی جہنم میں گرانے پر مصر تھے۔ فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ اور میرے نبی نے مبعوث ہو کر تمہارے دلوں میں محبت کے چشمے پیدا کر دیئے، محبتیں پیدا کر دیں۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا اور آن کی آن میں تم لوگ نہ صرف خود سے بلکہ اللہ کی مخلوق سے محبت کرنے والے بن گئے اور آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، دشمنیاں چھوڑ کر دوستیاں بانٹنے لگے، محبتیں بانٹنے لگے۔

یاد رہے کہ محبت جب بڑھتی ہے، محبت ایک رشتہ ہوتا ہے، محبت ایک طلب ہوتی ہے جو محبوب کا قرب چاہتی ہے، محبوب کو دیکھنا چاہتی ہے، محبوب سے بات کرنا چاہتی ہے، محبوب کے پاس رہنا چاہتی ہے اور جب یہ رشتہ بڑھ کر جنون کی حد تک چلا جائے کہ محبوب کے علاوہ کچھ بجھائی نہ دے تو اسے عشق کہتے ہیں۔ یعنی عشق کیا ہے؟ کمال محبت ہے۔ جب محبت اپنی انتہا کو، اپنے کمال کو پہنچتی ہے تو عشق کہلاتی ہے۔ تو جب محبت ہوتی ہے تو مخالفت نہیں ہوتی۔ یعنی دونوں کام تو بیک وقت نہیں ہوتے کہ محبت بھی ہو اور مخالفت بھی ہو، محبت بھی ہو اور نافرمانی بھی ہو، محبت بھی ہو اور عدم اعتماد بھی ہو یہ دو باتیں جمع نہیں ہوتیں اسی لئے عرب شاعر نے کہا فَانَّ الْمَحَبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعٌ کہ بے شک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا غلام بن جاتا ہے، اس کا اطاعت گزار بن جاتا ہے، اس کا فرمانبردار بن جاتا ہے۔ تو جب یہ محبت نبیوں سے ہوتی ہے تو ان کے لئے ہم اپنا وقت قربان کرتے ہیں، اپنا سرمایہ خرچ کرتے ہیں، اپنی محبتیں ان کی خاطر کرتے ہیں۔ جب یہ محبت ملک سے ہوتی ہے تو اس کی بہتری کے لئے کام کرتے ہیں حتیٰ کہ ملک پر آنچ آئے تو ہم جان تک نچھاور کر دیتے ہیں۔ جب محبت دین سے ہوتی ہے تو ہم دین کے لئے اپنی محنتیں کرتے ہیں۔ جب یہ محبت اللہ سے ہوتی ہے تو پھر اللہ کی اطاعت جو ہے وہ زندگی کا لازمی حصہ بن جاتی ہے بلکہ خود زندگی بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا محبتِ الٰہی ممکن نہیں ہے کہ عشقِ رسول کے علاوہ نصیب ہو۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ محبت کے لئے جاننا شرط ہے۔ اب ایک آدمی کو، ایک شے کو، ایک شخص کو، ایک فرد کو، ایک کیفیت کو کوئی جانتا ہی نہیں تو وہ اس سے محبت کیا کرے گا یا نفرت کیا کرے گا کیونکہ وہ تو اسے جانتا ہی نہیں، وہ تو کچھ بھی نہیں کرے گا۔ جاننا شرط ہے اور اللہ کی ذات کو جاننے کے لئے صرف ایک ذریعہ، ایک وسیلہ اور ایک ہی واسطہ ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ اگر ہمارے پاس الحمد للہ، اللہ کی کتاب ہے تو ہمیں آقائے نامدار ﷺ کے واسطے سے نصیب ہوئی۔ دنیا میں کوئی دوسرا وحی الٰہی کا گواہ نہیں ہے کہ کہے کہ جب وحی الٰہی نازل ہو رہی تھی تو میں بھی سن رہا تھا، نہیں، اکیلا اللہ کا حبیب ﷺ گواہ ہے وحی الٰہی کا بھی، قرآن بھی اگر معرفت الٰہی عطا کرتا ہے تو رسول اکرم ﷺ کی وساطت سے کرتا ہے۔ قرآن کے مفاہیم، قرآن کے مطالب، قرآن کے معنی یہ بتانا بھی رسول اللہ ﷺ کا کام ہے۔ عربی ایسی وسیع ترین زبان ہے، دنیا کی واحد زبان ہے جس میں دو، ایک دوسرے کی ضد معنی جمع ہو جاتے ہیں یعنی لفظ ایک ہے لیکن اس کو جب استعمال کرتے ہیں تو اس کے معنی ایک دوسرے کے الٹ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک لفظ ہے ''مولیٰ'' اب ''مولیٰ'' کا معنی آزاد کردہ غلام ہے۔ کسی کا غلام ہو اور وہ اسے آزاد کر دے تو کہیں گے کہ مولیٰ فلاں، یعنی فلاں بندے کا آزاد کردہ غلام۔ غلام بھی مولیٰ ہے اور آقا کی جگہ بھی لفظ مولیٰ ہی استعمال ہوگا۔ اب آقا و غلام ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ آقا ہونا اور بات ہے اور غلام ہونا اور بات ہے۔ لیکن آقا کی جگہ بھی مولیٰ استعمال ہوگا حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کو بھی سیدنا و مولانا کہا گیا۔ یہ آپ ﷺ کی تعریف میں بھی کہا گیا۔ آقا و مولا کہا گیا۔

اب جس زبان میں ایک لفظ کے متعدد معانی ہوں اور یہ تو شاید کئی زبانوں میں ہو کہ ایک لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہو لیکن یہ میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی زبان میں ایسے لفظ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہوں جن کے معانی ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ یہ وسعت صرف عربی کے دامن میں ہے۔ عربی وہ زبان ہے جسے اللہ نے اپنے کلام کے لئے منتخب فرمایا، عربی وہ زبان ہے جو اللہ کے حبیب ﷺ کی زبان ہے اور عربی وہ زبان ہے جسے اللہ نے اہل جنت کے لئے پسند فرمایا۔ ساری زبانیں اللہ کی تخلیق کردہ ہیں جس طرح سارے دن اللہ کے تخلیق کردہ ہیں لیکن جمعۃ المبارک کو فضیلت دے دی۔ سارے مہینے اللہ کے ہیں لیکن رمضان کا ثانی کوئی نہیں۔ ساری راتیں اللہ کی ہیں لیکن لیلۃ القدر جیسی کوئی دوسری رات نہیں ہے، ساری زبانیں اللہ نے سکھائی ہیں مخلوق کو لیکن عربی کی مثال کوئی دوسری نہیں ہے۔ جب اس زبان میں اتنی وسعت ہے تو قرآن کے معانی کا کیا ہوگا، جو عربی میں ہے اور آج جو یہ گروہ بندیاں مسلمانوں میں ہیں اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہر گروہ قرآن کی کسی نہ کسی آیت کا اپنی پسند کا ترجمہ کر کے دلیل گڑ لیتا ہے لیکن قرآن کے مستند معنی کیا ہوں گے، کس پر اعتبار کیا جائے گا، اللہ کریم نے یہ منصب بھی محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا اور فرمایا لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيهِم آپ کا منصب جلیلہ ہے کہ آپ لوگوں پر بیان فرمائیں کہ ان پر کیا نازل کیا گیا حالانکہ پہلے سامعین جو تھے وہ عرب تھے، اہل زبان تھے، عربی سے خوب آشنا تھے، اس کے ایک ایک لفظ کی باریکیوں کو جانتے تھے لیکن اہل لغت پر، اہلِ زبان پر مفاہیم اور معانی کو نہیں چھوڑا گیا بلکہ یہ منصب جلیلہ رسول اللہ ﷺ کے سپرد ہوا کہ آپ لوگوں پر بیان فرمائیں کہ ان کے لئے کیا نازل کیا گیا ہے، کیا مفہوم ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ لہٰذا قرآن کے ساتھ ان مفاہیم و مطالب کی اہمیت اتنی ہوگئی، قرآن کو سمجھنے کے لئے اتنی ضروری ہوگئی..... نماز فرض ہوتی ہے، وضو فرض نہیں ہے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو نماز کے وضو بھی فرض ہو جاتا ہے ورنہ وضو فرض نہیں ہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو چونکہ نماز کے لئے ضروری ہے تو اس وقت وضو کرنا بھی فرض ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کو سمجھنے کے لئے ہمیں احادیث مبارکہ کو بھی اتنی ہی اہمیت قرآن کے حوالے سے دینی پڑتی ہے، لہٰذا معرفت باری نصیب ہوگی قرآن سے، حدیث سے، قرآن کے مستند مفاہیم سے، تیسرا ذریعہ قرآن کی سند کا یہ ہے کہ قرآن نازل ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو سمجھایا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے۔ صحابہ کرام نے حضور کے سامنے اس پر عمل کیا اور آپ نے تصدیق فرمائی کہ ایسا ہی کرنا چاہئے۔ لہٰذا تعمل صحابہ سند ہے۔ قرآن اور حدیث کی سند تعمل صحابہ ہے کہ صحابہ نے اس حدیث پر کس طرح عمل کیا، قرآن پر کس طرح عمل کیا کیونکہ قرآن کے احکام اصولی ہیں مثلاً عبادت کرو، حکم دے دیا گیا کہ اقیمو الصلوٰۃ اللہ کی عبادت کرو، اوقات بھی بتا دیئے گئے، پانچ اوقات کا ذکر بھی قرآن میں ملتا ہے لیکن کس طرح سے کرو، رکعت کتنی ہوں گی، ان میں پڑھا کیا جائے گا، رکوع و سجود کیسے ہوگا، قیام اور جلسہ کیسے ہوگا، اس میں خطا ہوگئی تو اس کا ازالہ کس طرح سے ہوگا یا سجدہ سہو کیا جائے گا یا کوئی ایسی خطا ہے کہ نماز دہرانی پڑے گی یہ ساری تفصیل کہاں سے ملے گی..... لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مانُزِّلَ اِلَيهِم میرے محبوب یہ آپ نے بیان کرنا ہے۔ میں نے تو حکم دے دیا کہ اقیمو الصلوٰۃ اب صلوٰۃ کیا ہے اور کیسے ادا ہوگی یہ سارا بیان آپ کا منصب ہے۔ تو جب اللہ تک رسائی کا راستہ، اللہ کا حبیب ﷺ ہے تو بنیادی محبت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہوگی۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ میرے ساتھ اپنے والدین، اپنی اولاد اور دنیا بھر کے سارے انسانوں سے بڑھ کر محبت نہیں کرتا۔ یعنی والدین کی محبت سے منع نہیں فرمایا، اولاد کی محبت سے منع نہیں فرمایا، لوگوں کی محبت سے منع نہیں فرمایا مگر یہ فرمایا کہ کوئی محبت میری محبت سے بڑھ نہ جائے، سب سے زیادہ محبت ہو وہ محمد رسول اللہ ﷺ سے ہو.....جس نے اللہ کے حبیب کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے اللہ کے حبیب سے محبت کی اس نے اللہ سے کی۔ فرمایا! قل ان کنتم تحبون اللہ لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، اگر تمہیں واقعی اللہ کی شان سن کر اس کی عظمت سن کر، اس کا کرم، اس کے احسان سن کر اس سے محبت پیدا ہوگئی ہے فاتبعونی تو میرا اتباع کرلو، میری غلامی کرلو۔ اس سے کیا ہوگا۔ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور جب اللہ تم سے

www.naqshbandiaowaisiah.com

محبت کرنے لگے گا تو تمہارے دل حقیقی محبت سے آشنا ہوں گے۔ جب اللہ کی طرف سے محبت آئے گی تو اس کے جواب میں جو محبت، جو عشق، جو کیفیت تمہارے دل میں پیدا ہوں گی وہ تم از خود پیدا نہیں کر سکتے۔ تم محبت کی اس بلندی کو جسے عشق کہتے ہیں نہیں پا سکتے یہ تبھی ہوگا..... جس طرح دوسری آیۃ کریمہ میں ارشاد ہے یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کہ اگر تم نے اطاعت نہ کی تو اللہ قادر ہے ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے وہ خود محبت رکھتا ہوگا اور محبت کے جواب میں ان کے دلوں سے محبت کے جو چشمے پھوٹیں گے اس کی مثال جہان میں نہیں ملے گی۔ لہٰذا عشقِ الٰہی کو اور کتاب وسنت کو اور شریعت مطہرہ کو الگ نہیں کیا جا سکتا بلکہ عشقِ الٰہی شریعت مطہرہ کے اندر ہے جو شخص شریعت کی حدود کو پھلانگے گا وہ عشقِ الٰہی سے عشق رسول سے محروم ہو جائے گا۔ حدودِ شرعی کو پھلانگنا گویا عشقِ الٰہی کو ترک کرنا ہے، عشقِ رسول ﷺ سے محرومی ہے۔ ان کو دو کہنا غلط ہے بلکہ ایک ہے کہ آدمی محض تعمیل ارشاد کرتا ہے اس کے دل میں کیفیات نہیں ہیں، جذبات نہیں ہیں، محبتیں نہیں ہیں۔ جیسے ہم اکثر کرتے ہیں۔ الحمدللہ ہم نمازیں ادا کرتے ہیں لیکن ہمیں..... اگر پنجابی زبان میں کہا جائے تو ہمیں وہ بہت ''اوکھا'' (مشکل) لگتا ہے۔ اس کا اہتمام کرنا، اس کے لئے وضو کرنا، اس کے لئے اٹھنا، جاگنا اس کے لئے رکعتیں ادا کرنا، مسجد جانا، جماعت کا اہتمام کرنا، یہ ہمیں بڑا مشکل لگتا ہے سارا دن جو خوش نصیب ہیں ہم میں سے وہ کرتے ہیں لیکن ایک بوجھ جان کر، ایک تکلیف جان کر..... نہ کرنے سے یہ کروڑہا درجہ بہتر ہے لیکن یہ اس کا مقابلہ تو نہیں کر سکتا جو ایک نماز ختم کر لے پھر کہیں کوئی کام بھی کر رہا ہو تو اس کا دل نماز ہی کی طرف ہو کہ کب دوسری کا وقت آئے گا کہ پھر مجھے بارگاہِ الوہیت میں حاضری نصیب ہو۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جس کا مفہوم ہے کہ جو شخص ایک نماز سے فارغ ہوا لیکن اس کا دل دوسری کا انتظار کر رہا ہے وہ ہمیشہ نماز میں شمار ہوتا ہے۔ اللہ کریم اسے کبھی نماز سے فارغ شمار نہیں کرتے اور یہی تعریف صحابہ کرام کی کتاب اللہ نے فرمائی ہے۔ تَـرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا اے مخاطب تو انہیں جب بھی دیکھے، زندگی کے ہر لمحے میں وہ رکوع اور سجود ہی کر رہے ہیں حالانکہ صحابہ تجارت کرتے تھے، کھیتی باڑی کرتے تھے، جہاد کرتے تھے، سفر کرتے تھے، سارے کام دنیا کے کرتے تھے، اولاد پالتے تھے، گھر بناتے تھے لیکن ہر کام کرتے وقت ان کا دل بے قرار رہتا تھا کہ کب موصولِ الٰہی کا لمحہ آئے اور ہم اس کے حضور سجدہ ریز ہوں۔ لہٰذا قرآن نے فرمایا تَـرٰىهُمْ جب بھی دیکھے گا تو انہیں رکوع وسجود میں ہی دیکھے گا۔ اور محبت بغیر معرفت کے نہیں ملتی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب طائف تشریف لے گئے تو لوگوں نے پتھر برسائے، معروف واقعہ ہے آپ سب جانتے ہیں۔ جسد اطہر زخمی ہو گیا، خون بہہ کر نعلین مبارک میں جم گیا۔ ایک باغ میں آپ نے ذرا دم لیا۔ تو فوراً ملک الجبال فرشتہ جو پہاڑوں پر مقرر ہے، حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے حکم ہوا ہے کہ ان لوگوں نے پتھر پھینکے میرے حبیب پر تو جو طائف کے بڑے بڑے پہاڑ ہیں، اٹھا کر ان کی بستی پر پھینک دے لیکن اس کے لئے آپ کی اجازت کا حکم ہوا ہے کہ اگر میرا حبیب اجازت دے تو یہ بڑے بڑے پہاڑ (چونکہ طائف بڑے پہاڑوں کی بستی ہے) اٹھا کر ان پر پھینک دے۔ آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اللہ سے ان کے لئے بخشش مانگی اور عفو و درگزر طلب کی اور ان کی طرف سے عذر پیش فرمایا اور کتنا خوبصورت عذر پیش فرمایا، فرمایا! یا اللہ یہ مجھے پہچانتے جو نہیں بے چارے۔ انہوں نے تو اپنے، اہل مکہ کے قریش کے ایک فرزند کو پتھر مارے ہیں، تیرے حبیب، تیرے رسول کو تو پہچانا ہی نہیں۔ تیرے رسول کو پتھر نہیں مارے۔ آپ ان سے عفو و درگزر فرمائیں شاید ان کی آنے والی نسل مجھے پہچان لے اور وہ تیری طالب اور عاشق بن جائے لیکن عذر جو پیش فرمایا وہ یہ تھا کہ یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔

اب یہ پہچان کیا شے ہے؟ ایک پہچان تو یہ ہے جو ہم ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں، ایک آدمی کا حلیہ پہچانتے ہیں، اس کا نام ہمارے ذہن میں محفوظ ہے۔ ہم جانتے ہیں، اسے پہچانتے ہیں لیکن اس پہچان سے محبت پیدا نہیں ہوتی، اس پہچان سے کاروبار تو ہو سکتا ہے، اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

پہچان سے تعلقات تو ہو سکتے ہیں، لین دین تو ہو سکتا ہے، محبت پیدا نہیں ہوتی جب تک کوئی نقش دل میں نہ اترے اور دل کی اپنی ایک دنیا ہے۔ ایک شخص کی زبان خوشامد کرتی رہتی ہے، دل اس سے نفرت کرتا رہتا ہے۔ ہم روز دیکھتے ہیں ارباب اقتدار کو، حکمرانوں کو، ہر بندے کی زبان ان کی تعریف کر رہی ہوتی ہے اور جو پہرے پر کھڑا ہوتا ہے..... اسی کے تحفظ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور دل سے اس سے نفرت کر رہا ہوتا ہے کہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ زبان کچھ کہتی ہے، دل کا حال کچھ اور ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے جو فرائض نبوت مقرر فرمائے ان میں پہلا فرض دعوت الی الحق ہے، اللہ کی طرف دعوت۔ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ ءَایٰتِهِ اللہ کی آیات تلاوت فرماتا ہے ان پر اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور پھر وَیُزَكِّیهِمْ ان کا تزکیہ فرماتا ہے، ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے، ان کے دلوں سے آلائشیں دور کرتا ہے، دل کی آلائشیں خود پسندی، تکبر، نخوت، بدگمانی، دل کی بے شمار آلائشیں ہیں، دنیا سے محبت، اقتدار سے محبت، بے شمار طرح کی ہوس..... فرمایا! میرا حبیب ان تمام آلائشوں سے ان کے دل پاک کرتا ہے وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ پھر انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے تاکہ یہ تعلیم کتاب وحکمت دل میں نقش ہوتی جائے اور اس کا ایک ایک لفظ عشق الٰہی اور عشقِ رسول پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔

صوفیاء نے یہی شعبہ اپنایا کہ دلوں کا تزکیہ کیا جائے۔ لیکن کیا کیا جائے اس موروثیت کا جو ہمارے اندر در آئی کہ بیٹا خواہ اس سے واقف تھا یا نہیں تھا موروثی طور پر گدی نشیں ہو گیا اور حقائق کی جگہ روایات نے لے لی :۔

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی
ڈھول تماشے آ گئے، قوالیاں آ گئیں، گانا بجانا..... یہ کیا ہے بھئی؟..... یہ روح کی غذا ہے..... کمال ہے جو کردار کو خراب کرتا ہے ڈھول تماشا وہ روح کی غذا کیسے بن گیا۔ یہ میلے ٹھیلے اور ڈھول تماشے ظاہری کردار کو بھی برباد کرتے ہیں چہ جائیکہ روح کی غذا بن جائیں۔

بے عمل، بے کار لوگ، بے دین اور بے عقیدہ لوگ گا بجا رہے ہیں اور ہم سن سن کر روح کی غذا کھا رہے ہیں..... جن کی اپنی روحیں مردہ ہو چکی ہیں اور ان کے وجود روحوں کی قبریں بن گئے ہیں وہ آپ کی روح کو غذا کیا دیں گی۔ یہ سب موروثیت کی وجہ سے اور نا اہلوں کی وجہ سے ہے:۔

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن
جہاں کبھی شاہین ہوا کرتے تھے ان گھونسلوں میں کوے اور چیلیں آ گئیں اور یہ حادثہ ہوا..... تو یاد رہے کہ عشق یہ ہے کہ جو اطاعت ہم ظاہراً کرتے ہیں اس میں ہمارا صرف وجود ہی شامل نہ ہو بلکہ ہمارا دل بھی شامل ہو جائے۔ جب ہم رکوع کر رہے ہوں تو صرف کمر ہی دوہری نہ ہو بلکہ دل بھی جھک رہا ہو بارگاہ الوہیت میں اور سیراب ہو رہا ہو وصل کی لذتوں سے۔ جب ہم سجدہ کر رہے ہوں تو صرف پیشانی ہی زمین پر نہ رکھی ہو بلکہ دل ڈوبا ہوا ہو عشقِ الٰہی کے سمندر میں اور وہ کیفیات اور وصل کی وہ لذتیں محسوس کر رہا ہو، وصول کر رہا ہو۔ پر کیا کیا جائے، انسان ایک بڑی ٹیڑھی مشین ہے، بڑی الٹی۔ اس کا ہر بٹن جو ہے اس کے دہرے عمل ہیں، Double Action ہیں۔ آپ اس کو کھانا کھلاتے ہیں صحت مندی کے لئے وہ کھا کر بیمار ہو جاتا ہے، کبھی صحت مند ہوتا ہے کبھی کھا کر بیمار بھی ہو جاتا ہے ہر کام کے ڈبل ایکشن ہیں۔ آپ اسے سلاتے ہیں کہ سو کر اٹھے گا تب تازہ دم ہو گا وہ الٹا سو کر کاہل ہو جاتا ہے اور کام سے بھی جاتا ہے۔ آپ اس کو احترام دیتے ہیں کہ یہ بھی انسان ہے اسے بھی احترام دیا جائے اور وہ میرے ساتھ پیار سے رہے، آپ عزت کرتے ہیں وہ اکڑ جاتا ہے۔ یعنی یہ انسانی مشین جو ہے اس کے ہر ہر بٹن کے ڈبل ایکشن ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ محنت تو کی جاتی ہے عشقِ الٰہی کے لئے لیکن یہ عشقِ الٰہی کی بجائے اپنی بڑھائی کا اسیر ہو جاتا ہے۔ جس طرح کسی کو دودھ پلایا جائے تو وہ دودھ پی کر بیمار ہو جائے یا مر جائے..... اب عجیب بات ہے کہ دودھ غذا بھی ہے، دوا بھی ہے لیکن انسان کا کیا ہے کہ یہ دودھ پی کر ہی مر جائے۔ بھئی زہر کھانے سے تو مرتا، دودھ پینے سے کیوں مر گیا؟ اس لئے کہ یہ ایک پیچیدہ مشین ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کہ کس کام کا کیا اثر لے

www.naqshbandiaowaisiah.com

جائے۔ تو یہ بھی ہوتا ہے کہ مشائخ عظام حضرات نے لوگوں پہ محنتیں کیں، ان کو اللہ اللہ کرائی، ان کے ساتھ راتیں رات بھر جاگے اس لئے کہ ان کے دلوں میں عشق الٰہی پیدا ہو اور ایک جب پیدا ہو گیا عشق الٰہی تو انہوں نے اپنی گمراہی کا زینہ بنا لیا اور یہ سمجھ لیا شیطان کی طرح کہ میرے تو بہت بلند منازل ہو گئے ہیں اور میں سب سے اچھا ہوں۔ یہی بات تو شیطان نے سمجھی تھی۔ ابلیس بھی ایک جن تھا، جنوں میں سے ہی تھا، انسانوں کی تخلیق سے پہلے زمین پر جن آباد تھے اور جب اللہ نے فرشتوں سے یہ ارشاد فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفۃ کہ میں زمین پر اپنا ایک نائب، ایک عجیب سی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو میرے اسرار کا، میرے عشق کا، میرے انوارات کا، میرے جمال کا امین ہو اور زمین پر میرا خلیفہ ہو، زمین پر وہ کرے جو میں چاہوں، جو میں حکم دوں، قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء یا اللہ! ایک اور مخلوق پیدا کرنے لگے ہو اس لئے کہ وہ وبال اور خون ریزیاں کرے اور جنگیں ہوں اور خون بہائے اور فساد پیدا کرے زمین میں؟ یہ فرشتوں نے اس لئے عرض کیا تھا کہ وہ جنات کی صورت حال سے واقف تھے۔ تو جنات بغاوتیں کرتے، تباہیاں پھیلاتے، فسق و فجور کرتے، قتل عام کرتے تو اللہ ان پر کسی کو مسلط کر دیتا یا عذاب بھیج دیتا یا فرشتوں کی فوج بھیج دیتا وہ انہیں مار پیٹ کر کے سیدھا کرتے۔ عذاب آتا، پھر ہلاک ہوتے، پھر توبہ کرتے، پھر عرصہ ٹھیک رہتے پھر وہی حال ہو جاتا۔ اس تجربے کی بنا پر فرشتوں نے عرض کیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ انی اعلم مالا تعلمون میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

تو اس زمانے میں جب زمین پر جنات آباد تھے ابلیس بڑا نیک، بڑا پارسا، عابد و زاہد جن تھا یہاں تک کہ اللہ نے اسے آسمانوں پر رہنے کو جگہ دی اور جنوں کی اصلاح کے لئے اسے بھی بھیجا جاتا رہا ہے۔ یہ بھی آتا رہا۔ مولانا محمد خان دہلی کے ہوئے ہیں انہوں نے اس موضوع پر ایک پوری کتاب لکھی ہے اور اس میں منظوم واقعات بھی لکھے ہیں تو اس میں وہ شیطان کے بارے میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ز راہ تفاخر بفوج ملک
گہہ بر زمین بود گہہ بر فلک

تو یہ بڑے فخر کے ساتھ اور بڑی آن اور شان کے ساتھ فرشتوں کی فوج ہمراہ لئے ہوئے کبھی زمینوں پر ہوتا تھا اور کبھی آسمانوں پر ہوتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اسے فرشتوں کا استاد کہا گیا۔ انہیں حکم یہ دیتا تھا، اللہ نے اسے یہ عظمت دی کہ ان سے یہ کام لو، انہیں جا کر بتاؤ کہ یہ کرنا ہے، یہ نہیں کرنا ہے۔ اب یہ منزل جو تھی یہ اس کی گمراہی کا سبب بن گئی۔ جب آدم علیہ السلام کا وجود بنایا اللہ نے اور تمام ملائکہ کو ابلیس سمیت سجدے کا حکم دیا کہ اسے سجدہ کرو تو ابلیس نے انکار کر دیا۔ اللہ کریم نے پوچھا تم نے انکار کیوں کیا؟ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا انا خیر منہ میں اس سے کہیں بہتر ہوں یہ تو آج مٹی کا ایک پتلا آپ نے بنایا اور میری عبادتیں، میرا ورع و تقویٰ، میری منازل اور میں فرشتوں کا استاد، آسمانوں پر رہنے والا۔ میں اس مٹی کو سجدہ کیوں کروں۔

یعنی وہ جو منازل بنی ہوئی تھیں قرب کی، جو منازل بنی ہوئی تھیں وصال الٰہی کی، بدنصیبی سے وہی گمراہی کا سبب بن گئیں۔ اس میں وہ منازل بھی گئیں، قرب الٰہی بھی گیا، ہمیشہ کے لئے مردود بھی ہوا، ملعون بھی ہوا، توبہ کی توفیق بھی گئی، سب کچھ جاتا رہا۔ اسی طرح کی پیچیدہ مشین انسان کی بھی ہے۔ بعض اوقات اس پہ محنت تو کی جاتی ہے کہ اس کا تزکیہ ہو، اسے وصال الٰہی نصیب ہو، اسے بلندی منازل نصیب ہو، اسے قرب الٰہی نصیب ہو، اسے قرب بارگاہ نبوت نصیب ہو لیکن بدنصیب جب شیطان کے جھانسے میں آتا ہے تو جو جرم اس سے ہوا تھا وہ اس سے بھی ہو جاتا ہے اور اس زعم میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ میرے تو اتنے منازل ہیں، میں فلاں سے اس طرح بلند ہو گیا، یہ ہو گیا، وہ ہو گیا وہ لمحہ ہوتا ہے جب عشق کے نام پہ لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں، ایسے ہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ظاہر شریعت اور ہے اور عشق اور ہے۔ وہ گمراہی میں پڑ کے شریعت ترک ہوئی، عبادت ترک ہوئی، اتباع سنت چھوٹ گیا تو جانتے نہیں کہ کچھ بھی نہیں بچا۔ اپنے طور پر سمجھے رہتے ہیں کہ عشق باقی ہے۔ عشق کہاں باقی ہے۔

شیخ پندار کہ دارد حاصلے
شیخ را حاصل بجز پندار نیست

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس طرح کے لوگ اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ بہت کچھ ہے میرے پاس لیکن ان کے پاس سوائے اس وہم کے کچھ نہیں رہتا۔

تو اسلام خود عشق الٰہی ہے۔ اسلام خود عشق رسول ہے اور اس کی سب سے بڑی کتاب یہی قرآن حکیم ہے۔ محبت کی سب سے بڑی درس گاہ حدیث محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ یہ عشق الٰہی اور شریعت مطہرہ کو الگ سمجھنے والے وہ لوگ ہیں جو ابلیس کے جھانسے میں آ گئے۔

عشق کیا ہے؟ جس طرح بادام کے اوپر ایک مضبوط سا خول ہوتا ہے وہ مضبوط خول شریعت مطہرہ ہے۔ اس کے اندر بادام کی نازک سی گری محفوظ ہے۔ اگر وہ خول توڑ دیں تو اسے کوئی پرندہ بھی اچک سکتا ہے، اسے چیونٹیاں بھی کھا سکتی ہیں، وہ باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح شریعت مطہرہ کے اندر وہ درد دل ہو کہ جب ہم عمل کریں شریعت پر تو صرف اعضاء و جوارح ہی عمل نہ کریں بلکہ دل بھی اس کا ساتھ دے رہا ہو اور دل میں درد اور تڑپ بھی ہو۔ یہی عشق ہے۔ اور جب ظاہری شریعت کا دامن چھوٹ جائے تو عشق وشق باقی نہیں بچتا۔ ہاں! وہم رہ جاتا ہے کہ میرے پاس بھی کچھ ہے اور اس وہم کا ازالہ ہو جائے گا جب ملک الموت آئے گا۔ جب عالم برزخ منکشف ہوگا، جب آخرت کھلے گی تو پتہ چل جائے گا کہ اس وہم کا حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ آدمی بیٹھ کر سوچ لے کہ میرے صحن میں آموں کا باغ لگا ہوا ہے اس پہ بڑے بڑے آم ہیں اور میں بڑا مالدار ہوں۔ یہ سوچ رکھ کر بیٹھا رہے تو باہر باغ تو نہیں بن جائے گا۔ جب تک عملاً اس کا کوئی وجود نہ ہو۔ اسی طرح شریعت مطہرہ سے محرومی کے بعد کسی عشق و محبت کا وجود باقی نہیں رہتا اور ایک بات یاد رکھ لیجئے کہ جس بندے کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں ہوتی وہ دنیا میں کسی سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ نے خبر دی، اللہ کی کتاب نے خبر دی كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ تم سب دشمن تھے، اپنے بھی دشمن، ایک دوسرے کے بھی دشمن۔ میرے حبیب نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کی۔ اب جو دامنِ حبیب ﷺ کو چھوڑے گا وہ واپس اسی جگہ چلا جائے گا پھر وہ دشمن بن جائے گا۔ دوستی کی صرف ملمع سازی ہوگی، وہ نہ والدین سے محبت کر سکے گا، نہ اولاد سے، نہ اپنے آپ سے، نہ دنیا کی کسی شے سے بلکہ سودا بازی پیچھے رہ جائے گی، لین دین رہ جائے گا کہ میں اس بندے کی عزت کروں تو مجھے کیا ملے گا۔ اگر میں فلاں بندے کے پاس جاتا ہوں تو مجھے کیا فائدہ ہوگا۔ نہیں ہوگا تو مجھے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر محبت نہیں رہے گی، کاروبار رہ جائے گا، بیٹے ہیں، بیٹوں سے محبت اس لئے ہوگی کہ بڑے ہوں گے تو پیسہ کمائیں گے، وہ پیسہ نہیں کماتے تو پھر ان سے نفرت ہو جائے گی۔ اگر پیسہ کما کر نہیں لاتے تو وہی بیٹے جن سے بڑی محبت کا اظہار ہوتا تھا ان سے نفرت ہو جائے گی۔ والدین سے کچھ مل رہا ہے، پنشن آ رہی ہے تو اس کی خدمت ہو رہی ہے، بابا کی آمدن کوئی نہ ہو تو اس سے نفرت ہو جائے گی کہ یار یہ مصیبت، بابا مرتا بھی نہیں جان بھی نہیں چھوڑتا۔ کیا یہ روزمرہ کی باتیں نہیں ہیں۔ ان میں کوئی ایسی بات ہے جو ہم نہیں جانتے۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ جب آپ شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہیں تو دل میں محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر کسی کامل کی توجہ نصیب ہو جائے تو بڑی پختی پھولتی ہے، عشق الٰہی بنتا ہے اور پھر مخلوق سے بھی ان کی حیثیت کے مطابق محبت کا برتاؤ ہوتا ہے۔ اگر اس سے محروم ہو گئے تو باقی نفرتیں رہ جاتی ہیں، ایک دوسرے کو گولیاں مارنا باقی رہ جاتا ہے، دوسروں پر فتوے لگانا رہ جاتا ہے، ایک دوسرے پر الزام لگانا رہ جاتا ہے، ایک دوسرے کو گالی دینا، اور اپنی بہتری سوچنے کی بجائے دوسروں کے نقصان کا زیادہ سوچتے ہیں۔ ایک بندہ محنت کرتا ہے سوچتا ہے کام کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنی بہتری کے لئے کرے بجائے اس کے کہ وہ اپنے کام سے زیادہ محنت دوسروں کو نقصان پہنچانے پر کرتا ہے۔ کیوں؟ دامان محمد رسول اللہ ﷺ ہاتھ سے چھوٹا تو باقی نفرتیں رہ گئیں، دشمنیاں رہ گئیں، عداوتیں رہ گئیں۔ تو میرے بھائی! سارا عشق اسی کتاب میں ہے جو اللہ کی کتاب ہے۔ سارے در اسی دامن میں ہیں جو دامن محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ سارا کیف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں ہے۔ اللہ کرے یہ دل سے نصیب ہو تو پھر بندہ اس کی لذتوں سے آشنا ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ

اقتباس از حیات طیبہ
(سوانح حضرت العلام
مولانا اللہ یار خاںؒ)

مصنف ..... ابوالاحمدین

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ عرب تھے اور تعلق ہاشمی خاندان سے تھا۔ آپؒ کا شجرہ نسب حضرت زید بن حسن بن علیؓ تک پہنچتا ہے۔ آباؤ اجداد فاتح ہند حضرت محمد بن قاسمؒ کے ہمراہ برصغیر میں آئے اور پھر ملتان کو اپنا مسکن بنا کر تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اسی خاندان کے ذریعہ ملتان کے گردونواح اور ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے کنارے مختلف قصبات میں دینی تعلیم کو فروغ ملا۔

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے پردادا میاں فتح محمدؒ نے اپنے دادا میاں شاہ محمدؒ کے حکم پر پیر کوٹ سدھانہ ضلع جھنگ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جس کی ترویج کی سعادت بالآخر آپؒ کے والد مولوی غلام نبیؒ کے حصہ میں ئی۔ اسی مقام پر 1855ء میں آپؒ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے آباؤ اجداد کا طرۂ امتیاز نظر آتا ہے۔ آپؒ کے والد مولوی غلام نبیؒ کا قلمی نسخہ ''ذوالفقار علی بر اعدائے اصحاب نبی ﷺ آج بھی اس خاندان کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ یہ کتاب فارسی اور اردو زبان میں ہے اور 250 صفحات پر محیط ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے انتخاب احادیث از ''استبصار'' عربی (184 صفحات) اور ''ثمار التثکیث'' شرح ابیات جلال الدین سیوطیؒ فارسی (200 صفحات) قلمی نسخوں کی صورت محفوظ کیں۔ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے بھائی مولوی عبدالصمد یار محمدؒ (المتوفی 1930ء) اپنے دور کے مشہور مناظر تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر نور حسین صابری کربلائی شیعہ مناظر کی کتاب ''فلک النجات'' کے جواب میں ''نحر الحیات'' تصنیف کی۔ ان کے ذاتی خطابات مختلف مہینوں، اسلامی تہواروں اور مواقع کی مناسبت سے عربی زبان میں قلمی نسخہ کی صورت ایک علمی اثاثہ ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے دو قلمی نسخے دستیاب ہو سکے ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ ''جامع قوانین'' فارسی زبان میں 310 صفحات پر محیط ہے جو آپؒ نے 16 اکتوبر 1891ء کو مکمل کیا تھا۔ دوسرا نسخہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا فارسی کلام ''لیلیٰ مجنوں'' ہے جو آپؒ نے یکم محرم 1312ھ کو مکمل فرمایا۔ اس نسخہ پر تشریح کے لئے آپؒ کے تحریر کردہ حاشیے جا بجا نظر آتے ہیں۔ حسن کتاب غماز ہے کہ آپؒ نے یہ نسخہ حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ سے انتہائی عقیدت کے ساتھ تحریر فرمایا۔

مولانا عبدالرحیمؒ کے آباء میں علم کے ساتھ شاعرانہ ذوق کا بھی حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ آپؒ کے جد امجد مولوی عبدالغفورؒ فارسی زبان کے صاحب دیوان شاعر تھے اور ان کا فارسی کلام قلمی نسخہ کی صورت محفوظ ہے۔ آپؒ کے بھائی مولوی عبدالصمد یار محمدؒ جن کی علمی فضیلت کا اوپر ذکر ہوا، پنجابی زبان کے بھی شاعر تھے۔ اسی طرح آپ کے ایک بزرگ ابن یمین تخلص فرماتے تھے جن کا حکیمانہ فارسی دیوان قلمی نسخہ کی صورت محفوظ ہے۔ کلام نہایت دلگداز اور اس کی تحریر دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ دو اشعار ملاحظہ ہوں:

ہر دو جہاں بیک نظر او فروختم
در چہار سوئے عشق زسود و زیاں جدا

اور

جمالِ یار چوں ابن یمین دید
یک شد شاہد و مشہود اینجا

حضرت مولانا عبدالرحیم کے قلمی نسخوں ''جامع قوانین'' اور ''لیلیٰ مجنوں'' کے علاوہ ''کلام ابن یمین'' بھی اس وقت دارالعرفان منارہ میں حضرت جیؒ کی لائبریری میں بحفاظت موجود ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم اور آپ کے خاندان کی بچی کھچی کتب کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے جن میں فقہ، حدیث، طب اور تفسیر کے موضوع پر نہایت قدیم اور نایاب کتب شامل ہیں۔ صرف فن طب کے موضوع پر ایک قلمی نسخہ ''طب الکرم'' 397 صفحات پر محیط ہے۔ اس وقت بھی اس لائبریری میں اکتالیس قلمی نسخے موجود ہیں جن سے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ اور ان کے آباؤ اجداد کا یہ ورثہ (افسوس کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

(شجرہ بیشتر کتب اس وقت دیمک کا شکار ہو چکی ہیں) اس خاندان کے تبحر علمی اور دینی تعلق کا آئینہ دار ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم کے والد ماجد مولوی غلام نبی جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب ولایت بزرگ بھی تھے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے اوائل عمر سے ہی آپ کی ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ باطنی تربیت کا بھی اہتمام کیا اور لطیفہ قلب خود کرایا۔ وہ ذیابیطس کے مریض تھے اور بالعموم دیکھا گیا ہے کہ شیخ کو جو مرض لاحق ہو وہ کثرت توجہ سے سالک پر عود کر آتا ہے، اس لئے پہلے لطیفہ کے بعد توجہ دینا چھوڑ دیا۔ مزید اسباق کے لئے مولانا عبدالرحیم ملتان کے ایک ولی کی خدمت میں حاضر ہوئے جو محکمہ پولیس کی پراسیکیوٹنگ برانچ کے افسر تھے۔

یہ بزرگ صاحب کشف تھے۔ دفتری اوقات کے دوران کچھ دیر کو توانی اور فرائض منصبی سر انجام دیتے اور باقی وقت اللہ اللہ کرنے اور سالکین کی تربیت میں بسر کرتے۔ انہوں نے حضرت مولانا عبدالرحیم کو لطیفہ قلب دوبارہ کرایا اور سال بھر محنت کے بعد آئندہ سال آنے کی ہدایت کی۔ ایک سال بعد آپ اگلے سبق کے لئے حاضر ہوئے تو مزید ایک سال لگانے کا حکم ملا۔ اس طرح دو سال میں صرف ایک لطیفہ کرایا اور چودہ سال میں سات لطائف مکمل ہوئے۔ اس دوران پیر کوٹ سدھانہ میں والد ماجد سے ظاہری تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا گویا آپ کے ظاہری اور باطنی، دونوں اسباق ایک ساتھ چل رہے تھے۔ دن علوم ظاہری کے اسباق میں گزرتے تو شب کی تنہائیاں اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں بسر ہوتیں۔

حضرت مولانا عبدالرحیم علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد محکمہ مال میں بھرتی ہو گئے۔ 1880ء میں آپ کا تبادلہ لنگر مخدوم ہوا۔ 1884ء کا بندوبست اراضی شروع ہوا تو اس دوران آپ کو گاؤں کے مضافات میں جانے کا موقع ملا اور حضرت سلطان العارفین سید الہ دین مدنیؒ کی قبر پر حاضری نصیب ہوئی۔ یہاں مسلسل تین سال تک لطائف، مراقبات اور تلاوت قرآن حکیم کا معمول رہا جس کے بعد حضرت سلطان العارفین سے روحانی رابطہ قائم ہوا۔ مراقبات ثلاثہ کے ساتھ ساتھ کچھ انکشافات بھی تھے جن کی بدولت روحانی کلام بھی نصیب ہوتا۔ آپ کے متعلق حضرت جیؒ اکثر فرمایا کرتے:

''جس کو طلب ہو، سمجھ آ ہی جاتی ہے''

پھر ایسی سمجھ آئی کہ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ یہیں کے ہو رہے اور سالہا سال کی محنت کے بعد فنافی الرسول ﷺ تک منازل حاصل ہوئیں۔ محکمہ مال آپ کی قابلیت کا معترف تھا اور کئی نامور تحصیلدار اور قانون گو آپ کے شاگرد تھے۔ قابلیت کی بنا پر کئی مرتبہ ترقی کے مواقع بھی آئے لیکن آپ نے حضرت سلطان العارفینؒ کے قرب کو چھوڑنے کی بجائے افسری کو ٹھکرا دیا۔ لنگر مخدوم میں 1935ء کا بندوبست اراضی بھی آپ ہی نے کیا اور جب ملازمت ختم ہوئی تو یہاں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کی شخصیت کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ آپ مسلک کے اعتبار سے اعتدال پسند اہل حدیث تھے۔ جہاں اعتدال ہو گا وہاں مسلک کی پابندیوں سے قطع نظر وسعت ظرف ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اہل حدیث ہوتے ہوئے حضرت جیؒ جیسے جید عالم کو، جو اس وقت سماع موتیٰ کے قائل نہ تھے، دلائل سے نہیں بلکہ عملاً قائل کیا۔ حضرت جیؒ کا مکتب طریقت میں اگرچہ یہ پہلا سبق تھا لیکن اس کے بعد دلائل کی ضرورت نہ رہی۔ اس موضوع پر گفتگو کے بعد آپ کا حرف آخر ہمیشہ یہ ہوتا

''سماع موتیٰ کے حق میں یوں تو بے شمار وزنی دلائل ہیں لیکن جب میں خود اہل برزخ سے کلام کرتا ہوں تو اس کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔''

بطور جملہ معترضہ ہی سہی، یہاں یہ عرض کرنا مناسب ہو گا کہ گروہی تنگ نظری آج کی پیداوار ہے ورنہ کچھ ہی عرصہ پہلے اختلاف مسلک کے باوجود باہمی استفادے کی صورت برقرار تھی۔ مشہور اہل حدیث بزرگ حضرت داؤد غزنوی کے صاحبزادے جدید تعلیم اور مغربی ہوا کے زیر اثر نماز روزہ کا خیال نہ رکھتے۔ ان کے ہاں پہاڑ پور والے پیر صاحب تشریف لائے تو مولانا نے یہ صورت حال ان کے سامنے رکھتے ہوئے دعا کی درخواست کی۔ پیر صاحب نے صاحبزادے کو بلایا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ ان کی خاطر ہر روز صرف پانچ منٹ وقف کرے اور وضو کے بعد مصلے پر بیٹھ کر تھوڑی دیر اللہ اللہ کر لیا کرے۔ یہ اسم سبحانہ تعالیٰ کی برکت تھی اور ایک اللہ والے کی نظر کہ مسٹر ابوبکر

www.naqshbandiaowaisiah.com

... نے مولانا ابوبکر غزنوی کی صورت طلباء کو اللہ اللہ کرتے دیکھا۔ ذکر و فکر کے دوران مراقبہ کرتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے طلباء چشم باطن سے انوارات وتجلیات کا مشاہدہ کرتے۔

حضرت جیؒ کی صحبت میں بھی ہر مسلک کے لوگ آتے لیکن دل کی آنکھ روشن ہوتے ہی یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی کہ وہ عقائد جنہیں مختلف مسالک مختلف صورت میں بیان کرتے ہیں اور پھر دنیا لفظوں کے فرق میں الجھ کر رہ جاتی ہے، حقیقت کے اعتبار سے ایک ہیں (اسی موضوع پر حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے مقالہ ''حقیقت نور و بشر'' میں مزید بحث کی گئی ہے)۔

افسوس کہ ظاہر کی نگاہ سے دھوکہ کھا کر اور خالی الفاظ کے پیچ میں الجھ کر لوگوں نے حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت سید احمد شہید، حضرت اسمٰعیل شہید اور دیگر اکابرین پر مسلک کی تہمت لگا کر انہیں اہل اللہ کی صف سے نکالنے کی کوشش کی ہے حالانکہ شاہ ولی اللہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے بطریق اویسی آقائے نامدار ﷺ سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کی۔

''قرآن کریم کی تعلیم کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا بلاواسطہ شاگرد ہوں۔ جیسا کہ حضور ﷺ سے روحانی اخذ فیض کے سلسلہ میں اویسی ہوں۔''

(تفہیم الفوز الکبیر باب رابع ص43)

حضرت مولانا عبدالرحیم عمر کے آخری حصہ میں تھے جب حضرت جیؒ کا لنگر مخدوم آنا ہوا۔ آپؒ کو حضرت جیؒ استاد کہا کرتے تھے لیکن حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر ذکر کے دوران مولانا عبدالرحیم کو توجہ دینے کی اجازت نہ تھی۔ اس وقت حضرت جیؒ کو براہ راست صاحب مزار کی توجہ حاصل ہوتی۔ حضرت جیؒ کا قول ہے کہ آپؒ کو حضرت سلطان العارفینؒ کے علاوہ کسی اور نے توجہ دی ہی نہیں۔

حضرت جیؒ کی آمد سے پہلے بھی حضرت مولانا عبدالرحیم کے چند شاگرد تھے جن میں سے ایک الالیاں کے تحصیلدار وزیر علی تھے جو مسلسل ایک سال زیر تربیت رہے۔ اس کے بعد ان کا عمر بھر معمول رہا کہ پندرہ یوم کے بعد آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔ ابتدائی دور میں حضرت جیؒ کبھی کبھار الالیاں بھی تشریف لے جاتے رہے تاکہ اجتماعی طور پر ذکر کر سکیں۔ اسی طرح مولوی محمد اکبر تھے جو زمیندار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم بھی تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا عبدالرحیمؒ سے فیضیاب ہونے کے بعد حضرت جیؒ سے عمر بھر تعلق رکھا۔ عمر کے آخری حصہ میں وہ سندھ منتقل ہو گئے تھے لیکن حضرت جیؒ کی خدمت میں سال میں ایک مرتبہ ضرور حاضر ہوا کرتے۔ حضرت جیؒ پرانے تعلق کی بنا پر انتہائی شفقت فرماتے اور اپنے برابر چارپائی پر بیٹھنے کے لئے اصرار کرتے۔

راقم الحروف کی مولوی محمد اکبر سے آخری ملاقات 1978ء میں منارہ کے حاجی محمد اکبر کے گھر ہوئی۔ ان دنوں شدید بارشوں کی وجہ سے منارہ کا سالانہ اجتماع قبل از وقت برخواست ہوا تو حضرت جیؒ بقیہ مدت کے لئے حاجی صاحب کے ہاں منتقل ہو گئے۔ اس دوران بھی حضرت جیؒ کی خدمت میں احباب کی آمد ورفت جاری تھی۔ ایک صبح مولوی صاحب نے حضرت جیؒ سے تاثرات کی کیفیت یوں بیان کی

''یہ لوگ بھی عجیب ہیں۔ نصف شب کو اٹھتا ہوں تو انہیں فرش خاک پر عبادت کرتے ہوئے اس حال میں پاتا ہوں کہ بدن تک سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوتی ہیں۔''

یقیناً یہ کیفیت سلطان الاذکار کی ہوگی جس میں پورا بدن جب اللہ اللہ کر رہا ہوتا ہے تو گوشت پوست اور بال بال سے انوارات پھوٹنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے، عجیب لوگ تھے جن کی نگاہوں میں ظاہر و باطن روز روشن کی طرح عیاں تھا۔

کوٹ میانہ کے مخدوم صدرالدین بھی حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے شاگرد تھے۔ 1938ء میں مخدوم صاحب کے عزیزوں پر قتل کا جھوٹا مقدمہ بنا۔ انگریز سیشن جج کے سامنے پیشی ہوئی تو مولانا عبدالرحیم کچہری کے ایک گوشہ میں مصلی ڈالے دعا گو تھے۔ گواہی کے دوران اس مقدمہ کا بنیادی گواہ ناگہاں گر پڑا اور ہوش آیا تو اول فول بکنے لگا۔ عدالت ہی میں اس کی زبان پر چند ایسی باتیں بھی آ گئیں جن کی موقع پر تردید ہوئی اور اس طرح یہ جھوٹا مقدمہ خارج ہوا۔ مقدمات دیہی زندگی کا لازمہ ہوتے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ بھلا دیئے جاتے ہیں لیکن 1938ء کا یہ مقدمہ مخدوم خاندان میں آج بھی حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کی کرامت کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت ...

www.naqshbandiaowaisiah.com

عبدالرحیمؒ پر تنگدستی کا زمانہ آیا تو مخدوم صدرالدین کو آپؒ کی کفالت کی سعادت نصیب ہوئی۔ مخدوم صاحب کی ایک صاحبزادی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے شاگردوں میں شامل تھیں اور اپنے والد کے ہمراہ ذکر میں شریک ہوا کرتیں۔ چونکہ انہوں نے حضرت جیؒ کے ساتھ بھی ذکر وفکر کا سلسلہ جاری رکھا اس لئے بجا طور پر انہیں (والدہ مخدوم الطاف احمد) اس دور میں سلسلہ عالیہ کی پہلی خاتون شاگرد قرار دیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے ساتھ محافل ذکر کی کیفیت یوں بیان کی کہ جب ذکر کے دوران حضرت مولانا عبدالرحیمؒ "اللہ" کہتے تو اسم جلالہٗ و تعالیٰ کے ساتھ ہی ان پر رقت طاری ہو جاتی۔

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے شاگردوں میں کوٹ میانہ کا خطیب منظور حسین شاہ بھی تھا۔ یہ شخص بہت تیز صاحب کشف تھا۔ کھلی آنکھوں اسرار ورموز کا مشاہدہ کرتا۔ خود پر طرح طرح کی پابندیاں لگا رکھی تھیں اور دوسروں سے بھی توقع رکھتا کہ وہ راہِ سلوک پر چلنا چاہیں تو نارمل زندگی کی بجائے خود کو مشقوں کا عادی بنائیں۔ ایک مرتبہ اس کے پاس ایک شخص کو تربیت کے لئے بھیجا گیا تو اسے دوسرے ہی روز چلتا کیا کہ وہ ایک وضو سے پورا دن نہیں گزار سکتا۔

حضرت جیؒ کی آمد سے پہلے یہ شخص اپنے علم، کشف اور زُہد خشک کی بنا پر خاص مقام رکھتا تھا۔ حضرت جیؒ کی تشریف آوری کے بعد یہ معاملہ نہ رہا تو حسد کا شکار ہوا۔ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے وصال کے بعد اپنے خود ساختہ زُہد کے بھرّے میں حضرت جیؒ سے لاتعلقی اختیار کی اور پھر شیخ سے لاتعلق کیا ہوا، کچھ عرصہ بعد ذکر چھوڑ بیٹھا۔ نماز روزہ چھوٹا، حتیٰ کہ ایمان سے بھی گیا۔ داڑھی، مونچھ، سر اور بھنویں منڈوا ڈالیں اور مرتے ہوئے وصیت کر گیا کہ اسے دفن نہ کیا جائے بلکہ جلا ڈالا جائے۔ جلایا تو نہ گیا لیکن جہاں اس کی موت واقع ہوئی، اسی کمرہ میں بمعہ ساز موسیقی بند کر دیا گیا۔ منظور حسین شاہ کی داستان عبرت آج بھی لنگر مخدوم اور گردونواح کے علاقہ میں بزرگوں کی زبانی سنی جا سکتی ہے۔ شیخ پر تنقید اور ترک تصوف سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ راہ سلوک کا مسافر ہواؤں کے دوش پر اڑنے والا سوار ہے جس کا حادثے کی صورت بچنا محال ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَار۔

عبرت پکڑو اے بصیرت والو۔

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ سے حضرت جیؒ کی رفاقت قریباً چودہ برس رہی۔ ابتداء میں حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر ذکر کے دوران اکثر حضرت جیؒ کے ساتھ ہوتے لیکن جب صحت نے جواب دے دیا تو حضرت جیؒ مزار پر طویل ذکر وفکر کے بعد آپؒ کے ساتھ لنگر مخدوم میں بھی ذکر کرتے۔ اس دور میں حضرت جیؒ کی تربیت حضرت سلطان العارفینؒ خود فرما رہے تھے لیکن استاذ محترم کا پاسِ ادب بھی تھا جسے ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے ساتھ صبح وشام باقاعدگی سے ذکر وفکر کیا کرتے۔

آخری چار سالوں میں حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کی بینائی جواب دے گئی تھی۔ آپؒ نے طویل علالت کے بعد 30 جنوری 1957ء بروز بدھ لنگر مخدوم میں رحلت فرمائی اور حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار کے ساتھ صحن مسجد میں دفن ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے دو صاحبزادے تھے جن کا کم سنی میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ دو بیٹیاں تھیں جن کی اولاد اس وقت لنگر مخدوم میں رہائش پذیر ہے۔ آپؒ نے قریباً 101 سال عمر پائی جس میں سے 77 سال لنگر مخدوم میں گزرے۔

آپؒ کا حلیہ مبارک سرخ وسپید چہرہ، لمبی داڑھی، درمیانہ قد اور دبلا بدن۔ بید کی چھڑی استعمال فرماتے۔ ذکر وفکر کے لئے بیٹھتے تو چادر اوڑھ لیا کرتے۔ خط وکتابت کے آخر میں اکثر اپنا نام "بندہ اثیم عبدالرحیم" تحریر فرماتے لیکن قلمی نسخوں کے آخر میں "فقیر عبدالرحیم" تحریر فرمایا ہے۔

اس وقت حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار کے پہلو میں کھلے آسمان تلے حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کی سادہ قبر جہاں اس مردِ درویش کی زندگی کی تصویر نظر آتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ سبق بھی دے رہی ہے کہ شیخ سے تعلق ہو تو ایسا کہ موت بھی درمیان میں حائل نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو جب ایک مرتبہ شیخ کی خدمت میں پہنچا دیا تو اس کے بعد دوری گوارہ نہ ہوئی۔ خاندان چھوڑا، وطن سے ہجرت کی، محکمانہ ترقی قبول نہ کی اور شیخ کے قرب میں زندگی کے 72 سال گزار دیئے۔ اس تعلق کو نبھانے کا صلہ یہ ملا کہ شیخ کے پہلو میں دفن ہوئے لیکن ذرا قدموں کی جانب تاکہ قرینۂ ادب بھی ملحوظ رہے۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے کہ کسی صوفی کے نزدیک، کسی صوفی کے پاس اگر دس ہیں، پچاس ہیں یا لاکھ ہیں یا دس لاکھ مرید ہیں تو ان سب کے دل کیا ایک دوسرے کو چاہتے ہیں، ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اگر ان میں محبت ہے اگر ان میں ایک دوسرے کا احترام ہے، ان میں اگر ایک دوسرے کے لئے شفقت ہے تو یقیناً وہ شخص حق پر ہے اور جو وہ تقسیم کر رہا ہے وہ حق ہے، وہ ایمان اور عمل صالح بانٹ رہا ہے، تب محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر لاکھوں لوگوں کو ایک دروازے سے محبتیں نصیب ہو رہی ہیں اور ان میں چند ایسی کالی بھیڑیں ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہاں آ کر بھی نفرت ہی ملی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ در خالی نہیں ہے، ان کا نصیبہ خالی ہے یہ ازلی بدبخت ہیں جو وہاں آ کر بھی خالی رہے۔ اگر غلط ہوتا، اگر شیخ میں قصور ہوتا، سلسلہ صحیح نہ ہوتا تو کسی کو بھی دردِ الفت نصیب نہ ہوتا۔ اگر لاکھوں ایسے لوگ جو نفرتوں میں جیتے تھے، لاکھوں ایسے لوگ جو بے عملی کا شکار تھے، لاکھوں ایسے لوگ۔ جن کے عقائد درست نہیں تھے..... ہم نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایسے لوگوں کو آتے دیکھا جو دن تو دن رات میں بھی دس دس سگریٹ ہیروئن کے پی جاتے تھے، سو گئے، اٹھے، پھر پی لیا، سو گئے، اٹھے پھر پی لیا، شراب جن کا اوڑھنا بچھونا تھا، قحبہ خانوں میں جن کی عمریں بسر ہوتی تھیں انہیں ہم نے پھر درس قرآن اور تبلیغ کرتے بھی دیکھا، محبتیں بانٹتے بھی دیکھا اور اگر لاکھوں انسانوں کو یہ نصیحت نصیب ہوئی تو چند ایسے بدبخت اگر وہاں آ کر بھی خالی رہے تو پھر یہ شیخ کی کمزوری نہیں ہے یہ ان کے اپنے دل مردہ ہو چکے تھے کیونکہ ایک درجہ آتا ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوتی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ کریم نے بعض لوگوں کے لئے منع فرما دیا تھا کہ ایسے لوگوں پر محنت نہ کیجئے جن کی آنکھوں پر پردہ، کان بند اور دلوں پر مہر کر دی گئی ہے۔ تو عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر اللہ نے دلوں پر مہر کر دی تو اس میں بندے کا کیا قصور ہے۔ پھر تو وہ بے چارہ بے قصور ٹھہرا۔ فرمایا! اللہ زبردستی مہر نہیں کرتے۔ بندہ گناہ کرتے کرتے اس حد کو پار کر جاتا ہے جسکے بعد معافی نہیں ملتی اور اس کے دل پر مہر کر دی جاتی ہے۔ یہ بندے کا اپنا کردار ہوتا ہے اور اگر کوئی ایسا ہو جو بارگاہ نبوی سے بھی فیضیاب نہ ہو سکا تو پھر کسی صوفی یا کسی ولی پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہاں! اگر جانے والے سارے ہی ایسے ہوں، کسی کا کردار درست نہ ہو، کسی کا عقیدہ درست نہ ہو یا کسی کے دل میں درد پیدا نہ ہوا ہو تو پھر وہ گروہ، وہ جماعت، وہ طریقہ، وہ لوگ یقیناً حق پر نہیں ہیں۔

اپنا اپنا محاسبہ کرو اس لئے کہ ہم نے اپنا اپنا جواب دینا ہے، دوسروں کی بات تو وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو چکا ہو۔

آج لوگ کہتے ہیں کہ بڑے گروہ بن گئے ہیں جی ہم کیا کریں کیسے پتہ چلے کہ کون حق پر ہے..... بھئی! دل تو آپ کا اپنے پاس ہے۔ آپ اپنا اندازہ تو لگا سکتے ہیں کہ دل میں نفرتیں لے کر گئے تھے، محبتیں پیدا ہو گئیں۔ اگر یہ تبدیلی ہوتی ہے تو اس سے بڑی کیا بات ہے۔ لیکن یاد رکھیں جب تک ایمان اور عقیدہ درست اور عمل صالح نہ ہو، محبت پیدا نہیں ہوتی، دوستی مفادات تک رہتی ہے۔ ہمارے ملک میں کتنی سیاسی جماعتیں ہیں، کتنے جاں نثار ہوتے ہیں وہ اپنی جماعت کے لیڈروں پہ۔ لیکن جب اقتدار میں دوسرا آتا ہے تو اس طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ محبت نہیں ہوتی، سوداگری ہوتی ہے۔ ادھر سے مفاد مل رہا ہے تو ادھر ہیں، ادھر سے مفاد مل گیا تو ادھر چلے گئے۔ ایک نہیں آپ کے سامنے لاکھوں مثالیں موجود ہیں۔ اب موجودہ حکومت کو دیکھ لیں کتنے جاں نثار نواز شریف کے تھے اب جو موجودہ حکومت کے ساتھ ہیں اور اس سے بڑھ کر اس کے جاں نثار بنے ہوئے ہیں اس کا مطلب ہے کہ محبت نہیں ہے۔ کتنے جاں نثار تھے بھٹو کے، وہ بے چارہ پھانسی پر لٹک گیا اور وہ جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ میں چلے گئے۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ فرد میں نہ ایمان ہے نہ عمل صالح۔ نہ اس طرف ہے نہ اس طرف ہے اور جب دونوں طرف نہ ایمان کامل ہو نہ عمل صالح ہو تو دشمنی ہو سکتی ہے دوستی کے لبادہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کا دامن بھی تھام لو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ یعنی یہ سوچ بھی نہیں تھی کہ وہ کوئی عمل حضور کی منشاء کے خلاف کریں گے۔

میں اور آپ دلیلیں مانگتے ہیں، میں اور آپ حکم تلاش کرتے ہیں لیکن وہ رخِ انور کو، رخ زیبا کو دیکھا کرتے تھے۔ اگر کسی عمل سے رخِ انور پہ کوئی تبدیلی آ جاتی تھی، ناگواری کا احساس پیدا ہو جاتا تھا تو وہ سمجھ جاتے تھے کہ یہ کام آئندہ زندگی بھر نہیں کرنا ہے۔ بلکہ ایک صحابی مسجد میں تشریف لائے اور اس نے ایک سرخ رنگ کی چادر اوپر اوڑھ رکھی تھی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند نہیں فرمائی۔ فرمایا! یہ تمہیں اچھی نہیں لگی۔ پھر کئی دن بعد آپ نے پوچھا کہ بھئی وہ چادر کیا ہوئی تمہارے پاس پھر نہیں دیکھی۔ عرض کیا کہ میں نے جا کر اسے تنور میں پھینک دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس لئے منع کیا تھا کہ مردوں کیلئے یہ رنگ موزوں نہیں ہے، تم بیوی کو دے دیتے۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جو چیز آپ کو پسند نہ ہو وہ باقی کیوں رہے۔ چونکہ صحابہ کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی خلاف سنت بات بتقاضائے بشریت سرزد بھی ہو جاتی تو انہیں اتنا دکھ ہوتا کہ مجھ سے کچھ کھو گیا ہے۔ پھر وہ اس کی تلافی کرتے۔ توبہ کرتے۔ سنت سے باہر رہ کر وہ زندگی نہیں گزار سکتے تھے۔

تنقید تو لوگ آج کل انبیاء پر بھی کر رہے ہیں اور اللہ کی ذات بھی لوگوں کی زبانوں سے بالاتر نہیں رہی۔ اگر کوئی صحابہ پر تنقید کرتا ہے تو وہ چاند پر تھوکتا ہے جو واپس اس کے منہ پر گرتا ہے۔ لیکن صحابہ کی کیفیت کیا تھی؟ اس نے جنت کو مانگنے کا حکم دیا۔ جنت کی تعریف فرمائی کتاب اللہ میں اور فرمایا وَفِیْ ذَالِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَفِّسُوْنَ اگر انسان لالچ ہی کرتا ہے تو پھر میری بخشش کا، میرے قرب کا، میری جنت کا لالچ کرے جو میرے قرب کی مظہر ہے۔ جنت بجائے خود کوئی حیثیت نہیں

یاد رکھیں جب تک ایمان اور عقیدہ درست اور عمل، صالح نہ ہو، محبت پیدا نہیں ہوتی۔

رکھتی۔ جنت کی اہمیت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں اللہ کی رضا نصیب ہوگی۔ اہمیت رضائے باری کی ہے، قربِ باری کی ہے۔

ایک صحابی جو ایک عام مزدور آدمی تھے، لباس فرسودہ، محنت مشقت سے ہاتھ بھرے ہوئے، مسجد نبوی کے کچے صحن پر بیٹھا، مٹی پر فروکش، کہنے لگا، یا رسول اللہ! جنت نہیں چاہئے۔ ہم اس زندگی میں خوش ہیں ہمیں جنت نہیں چاہئے۔ یہ بھوک پیاس، یہ افلاس، کفار کا ڈر، یہ موت کا خطرہ، یہ سب گوارہ ہے لیکن اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ عالم اسی طرح رہے۔ آپ نے فرمایا ارے نادان! اللہ جنت کو مانگنے کا حکم دیتا ہے، میں ترغیب دیتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ نہیں چاہئے تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! جنت میں مدارج ہوں گے، اور آپ ﷺ کا مقام یقیناً تمام کائنات سے بلند اور عظیم تر اور بہت عظمتوں کا حامل اور کہیں بہت بلندیوں پر ہوگا اور ہم غریب پتہ نہیں کہاں، کس خانے میں، جنت کے کس درجے میں ہوں گے، یہاں کفار کا خطرہ ہے، جنگ کا خطرہ ہے، جان کا خوف ہے، کھانے کو ایک وقت ملے دوسرے وقت کا نہیں ہوتا۔ سارا دن مشقت کرتے ہیں لیکن جب فرصت ملتی ہے مسجد نبوی میں حاضری دیتے ہیں اور رخ انور سے سیراب ہو جاتے ہیں اور اگر جنت میں آپ ﷺ سے دور رہ کر جنت میں رہنا ہو تو وہ جنت اس کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بندے نے ویسے ہی کہہ دیا ہو حضور کو خوش کرنے کو لیکن نہیں وہ علام الغیوب جو ہے ناں جواب اس نے دیا۔ بات مسجد نبوی کے فرش پر بیٹھے ہوئے بارگاہِ نبوی میں عرض کی گئی۔ جواب اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے نازل ہوا کہ اولٰئک مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا فرمایا، نہیں! کہ جو لوگ آج مقبول بارگاہ ہیں کل عرصہ محشر میں بھی ان بلندیوں پر بھی زیارت کے لئے خدمت عالی میں حاضر ہو سکیں گے۔ انبیاء کی خدمت میں حاضر ہوں گے، صدیقین کے پاس

بیٹھیں گے، شہداء سے گلے ملیں گے، صالحین کے پاس بیٹھیں گے بلکہ فرمایا وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیقًا مجلس کی، ملاقات کی تو بات ہی کوئی اور ہوگی، انہی ملاقاتوں کا تو لطف ہوگا۔ صحابہ کرام وہ ہیں جنہوں نے جنت بھی اس وعدے سے قبول کی کہ وہاں بھی ہمیں یہ حضوری نصیب ہو اور ان کے دل سے جو آواز نکلی اس کا جواب رب العلمین نے دیا جو علام الغیوب ہے اور جو دلوں کے بھید جانتا ہے۔

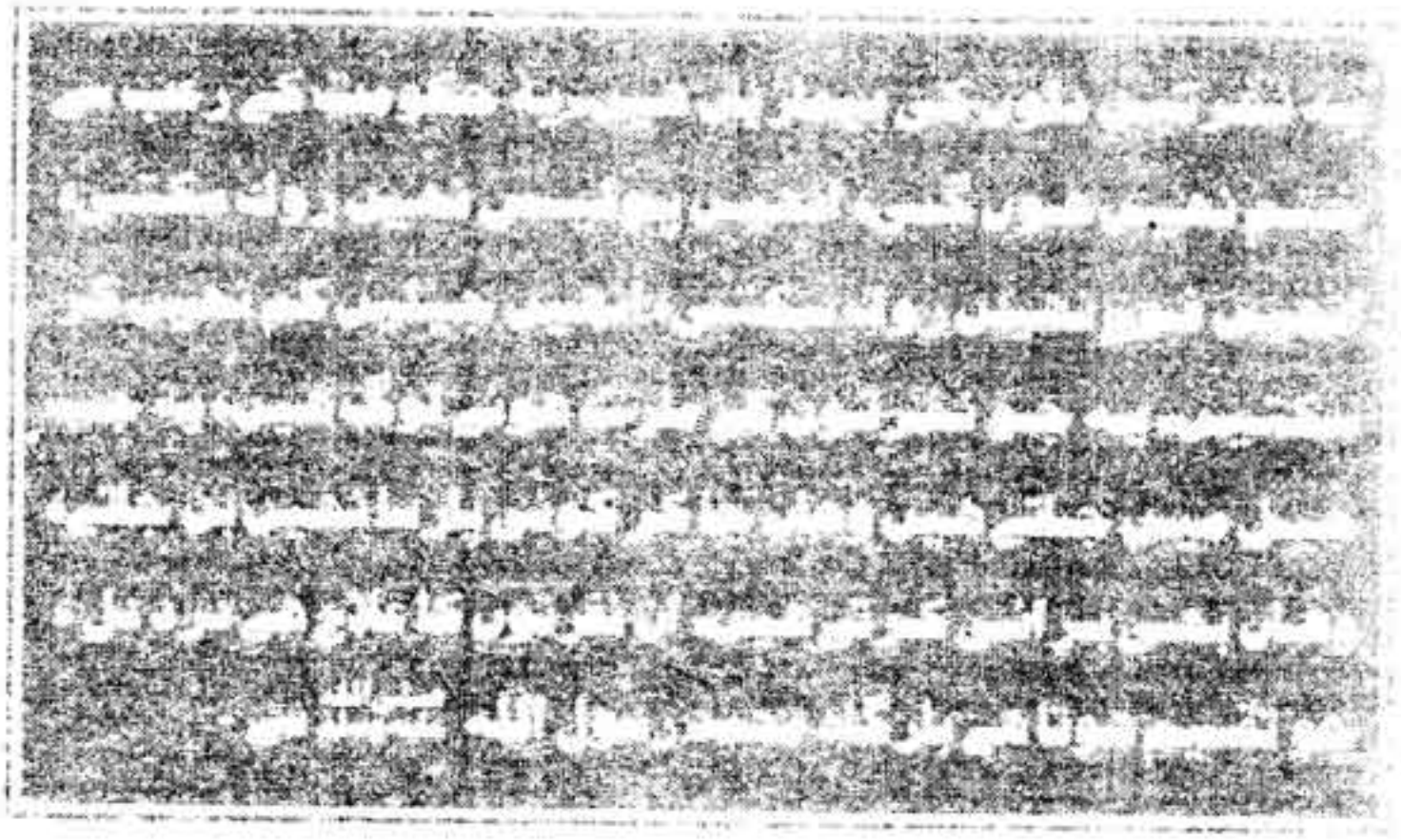

تو صالحیت کا یہ معیار ہے کہ حضور سے ثابت ہو، آپ نے حکم دیا ہو، آپ نے کیا ہو، آپ نے کسی کو کرتے دیکھ کر منظور فرما لیا ہو، خلفائے راشدین سے ثابت ہو۔ وہ بھی سنت ہے چونکہ وہ سنت کے خلاف نہیں جاتے۔ اور کسی صحابی سے ثابت ہو جائے وہ بھی درست ہے۔ اس کے بعد کوئی ایسی ہستی نہیں ہے کہ کسی کام کو صالح یا غیر صالح کہہ سکے۔ قیامت تک آنے والے علماء اولیا، صلحا، شہدا سب کے لئے دلیل وہی خیر القرون ہے۔

آج ہم جو جی چاہتا ہے اسے صالح کہہ لیتے ہیں اور جو پسند نہیں آتا اس پہ اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ آج تو عجیب و غریب قسم کے جھمیلے بن گئے ہیں لیکن اگر آدمی حق کا متلاشی ہو تو اللہ نے ایک اور پہچان دے دی ہے۔ فرمایا! جن کا ایمان اور عقیدہ درست ہوگا اور عمل صالح کریں گے، سنت کا اتباع کریں گے سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا اللہ نے جو بہت بڑا مہربان ہے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دی ہے۔ وُدّ کا معنیٰ ہوتا ہے وہ محبت، وہ شفقت جو دو انسانوں کے درمیان پیدا ہو جائے۔ اللہ کا صفاتی نام ہے "ودود" محبتیں عطا کرنے والا۔ تو فرمایا کہ جب آدمی کے عقیدے کی اصلاح ہو جاتی ہے، ایمان ٹھیک ہوتا ہے، اعمال کی اصلاح ہو جاتی ہے تو پھر یہ صالح، دوسرے صالح سے آپس میں محبت میں جکڑے جاتے ہیں اور اگر عمل غیر صالح ہوتا ہے تو وہ ایمان کو کمزور کرتا ہے اور جب ایمان کمزور رہتا ہے تو نفرتیں پیدا ہو جاتی ہیں یہ ضد ہے ناں اس کی۔ ایمان سے، عمل صالح سے اگر محبت آتی ہے تو غیر صالح کردار ایمان کو متاثر کرے گا اور ایمان کی کمزوری نفرتیں پیدا کرے گی۔

آپ اپنے اردگرد دیکھ لیجئے۔ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو اللہ کریم نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا لوگوں کو کہ کُنْتُمْ اَعْدَآءً لوگو! تب سب ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ بیٹا باپ کا دشمن، باپ بیٹے کا، بھائی بھائی کا، قبیلہ، قبیلے کا، قوم، قوم کی، ملک، ملک کا، دنیا میں صرف دشمنی تھی۔ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا میرے نبی نے جلوہ افروز ہو کر تمہارے دلوں میں محبتوں کے دریا بہا دیئے اور تم بھائی بھائی ہو گئے اب بھی دیکھ لو جو بندہ دین داری کا دعویٰ بھی کرتا ہے، رسومات کو دین سمجھ کر رات دن ان میں لگا ہوا بھی ہے لیکن اگر اس کا عقیدہ صحیح نہیں، کردار صحیح نہیں تو وہ نفرتیں بانٹ رہا ہے اور خود بھی نفرتوں کا شکار ہے۔ یہ ساری چیزیں کیفیات ہوتی ہیں، یہ کسی کے بس میں نہیں ہوتیں۔ اور صوفیاء نے جو شعبہ سنبھالا ہے وہ کیفیات ہی کا ہے۔ صحابہ کرام میں بھی بہت سے شعبوں کے لوگ تھے، کوئی مفسر معروف ہوا، کوئی محدث معروف ہوا، کوئی فقیہہ معروف ہوا۔ صفات تقسیم ہو گئیں، کوئی بڑا مجاہد معروف ہوا، کوئی فاتح معروف ہوا، کوئی جرنیل معروف ہوا، بٹ گئیں صفات پھر جوں جوں زمانہ چلتا گیا اسی طرح علوم ظاہری بھی تقسیم ہوتے گئے اور باطنی کیفیات کا بھی الگ ایک شعبہ بن گیا جسے ہم تصوف کہتے ہیں وہی لفظ جسے قرآن نے عربی میں تزکیہ کہا ہے اسے فارسی میں تصوف کہہ دیا ہے۔ تصوف کی دلیل بھی یہ

عمل سے زندگی بنتی ہے......

محبت ایک عجیب جذبہ ہے، محبت جب اللہ سے ہوتی ہے، محبت جب اللہ کے حبیب ﷺ سے ہوتی ہے تو محبت ہر فرد سے ہو جاتی ہے۔ اللہ کی مخلوق سے ہو جاتی ہے، جب دل میں محبت کے جذبات آتے ہیں تو اللہ کی ساری کائنات محبوب لگتی ہے پھر ہر ایک کا دکھ اپنا محسوس ہوتا ہے۔ گناہ دوسرے سے سرزد ہوتا ہے آنسو اس کی آنکھ سے نکلتا ہے کہ کاش اس شخص نے ایسا نہ کیا ہوتا اور اگر یہ محبت نصیب نہ ہو تو آدمی صرف دوسروں پر طنز کرتا رہتا ہے، نفرتیں بکھیرتا رہتا ہے، چڑتا رہتا ہے، اس کے اندر اتنی نفرتیں جمع ہو جاتی ہیں کہ وہ خود کو ہلاک کر لیتا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 19-04-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا o
اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o
مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوْا۔

ہر چیز کی پہچان اس کے نتائج سے ہوتی ہے۔ جس طرح ہر درخت کی پہچان اس کے پھل سے ہوتی ہے اسی طرح انسانی عقائد و نظریات کی پہچان اس کے کردار سے ہوتی ہے اور اعمال و کردار، کیفیات پیدا کرتے ہیں۔ ہر عمل ایک کیفیت پیدا کرتا ہے۔ مثلاً کوئی چوری کرتا ہے تو اس میں ایک اندیشے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے خواہ اسے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے لیکن اس کے اپنے اندر ایک کیفیت، ایک اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے، ایک ذرا ایک خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ میں پکڑا نہ جاؤں۔

کوئی، کوئی چیز کماتا ہے، کسی کو کسی محنت کا پھل ملتا ہے، انعام پاتا ہے تو اس کے اندر ایک ان دیکھی خوشی پیدا ہوتی ہے جو اس کے چہرے سے عیاں ہوتی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی کام آپ دیکھ لیجئے، آدمی اس میں یا ناکام ہوتا ہے یا کامیاب ہوتا ہے۔ ناکامی اس کے اندر ایک دکھ پیدا کرتی ہے جو اس کے چہرے یا اس کی آنکھوں سے جھانک رہا ہوتا ہے۔ کامیابی اس کے اندر ایک خوشی کی کیفیت پیدا کرتی ہے جو اس کے چہرے اور اس کی آنکھوں سے جھانک رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور پھر عمل صالح کرتے ہیں، اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یقیناً جو لوگ ایمان لاتے ہیں پھر وہ عمل صالح کرتے ہیں یعنی ایمان کا تقاضا عمل صالح ہے۔

ہماری بدنصیبی سے آج کل اس بات میں بھی جھگڑا ہے کہ کون سا عمل صالح ہے اور کون سا غیر صالح اور بہت سی رسومات کو ہم نے صالح اعمال میں شامل کر لیا ہے اور بہت سے صالح اعمال متروک ہو چکے ہیں۔ عمل کے صالح ہونے کی حتمی اور یقینی دلیل کیا ہے؟ عمل کے صالح ہونے کی حتمی اور یقینی دلیل یہ ہے کہ وہ عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو یا کسی کو کرتے دیکھ کر آپ نے پسند فرمایا ہو۔ یہ ساری باتیں اس عمل کی صالحیت کی دلیل ہیں حضور ﷺ نے خود کیا ہو، اسے کرنے کا حکم دیا ہو یا کسی عمل کو دیکھ کر اسے رد نہ فرمایا ہو یا پسند فرما لیا ہو۔ تو ہر وہ عمل صالح ہے جس کی سند محمد رسول اللہ ﷺ سے ملے۔

آپ ﷺ نے فرمایا عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ بِسُنَّتِیْ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ او ء کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد دوسرے درجے میں وہ عمل صالح ہے جو خلفائے راشدین سے ثابت ہو۔ اس لئے کہ خلفائے راشدین کو اپنا نمائندہ ارشاد فرماتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ وہ وہی کام کریں گے جو مجھے پسند ہیں۔ اس کے بعد ایک تیسرا درجہ ہے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّ مُقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُم او کما قال

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں بھی۔ اگر دوستی بھی کر رہے ہیں ناں تو وہ تب تک ہی ہے جب تک مفاد ہیں۔ مفاد نہیں ہیں تو پھر دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔ دوستی صرف اس صورت میں رہ سکتی ہے کہ دونوں حق پر ہوں۔ ایمان درست ہو، عقیدہ درست ہو اور اس کے بعد عمل صالح ہو جائے اگر عمل صالح نہیں تو پھر نفرتیں بانٹے گا۔

محبت ایک عجیب جذبہ ہے، محبت جب اللہ سے ہوتی ہے، محبت جب اللہ کے حبیب ﷺ سے ہوتی ہے تو محبت ہر فرد سے ہو جاتی ہے۔ اللہ کی مخلوق سے ہو جاتی ہے، جب دل میں محبت کے جذبات آتے ہیں تو اللہ کی ساری کائنات محبوب لگتی ہے پھر ہر ایک کا دکھ ہوتا ہے۔ گناہ دوسرے سے سرزد ہوتا ہے آنسو اس کی آنکھ سے نکلتا ہے کہ کاش اس شخص نے ایسا نہ کیا ہوتا اور اگر یہ محبت نصیب نہ ہو تو آدمی صرف دوسروں پر طنز کرتا رہتا ہے، نفرتیں بکھیرتا رہتا ہے، چڑتا رہتا ہے، اس کے اندر اتنی نفرتیں جمع ہو جاتی ہیں کہ وہ خود کو ہلاک کر لیتا ہے۔ ہر ایک پر اعتراض، ہر ایک سے نفرت اور آپ دیکھ لیجئے آج ہمارا کیا حال ہے پہلے شیعہ سنی میں تبدیل ہوا۔ پھر اس کے بعد سنی، دیوبندی، بریلوی میں تقسیم ہوئے۔ اب تقسیم در تقسیم ہوتے ہوتے میری ذاتی رائے میں ہر مسجد ہی الگ ہو گئی ہے اور ایک مسجد میں نماز پڑھ لو تو دوسرے والا آپ پر فتویٰ لگا دیتا ہے۔ کیا یہ محبت کے ثمرات ہیں۔ کیا یہ ہم آپس میں محبت کر رہے ہیں۔ کیا یہ محبت کے ثمرات ہیں کہ مسجد پر گولی چلا دو، مسجد میں گرنیڈ پھینک دو، کیا یہ محبت ہے۔ گلی چلتے بندے کو گولی مار دو وہاں دھماکہ کر دو، یہاں دھماکہ کر دو، نفرت کی بھی انتہا پر چلے گئے ہیں ہم۔ نفرت بھی طعنوں سے شروع ہوتی ہے اور اس کی انتہا قتل ہوتی ہے۔ ہم اب وہاں ہیں جہاں ہم ایک دوسرے کو قتل کئے جا رہے ہیں، تباہ کئے جا رہے ہیں، لوٹے جا رہے ہیں۔ عزتیں لوٹ رہے ہیں، جانیں لوٹ رہے ہیں، مال لوٹ رہے ہیں تو میرے بھائی سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں۔ یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ بڑے فرقے بن گئے ہیں اور بڑے تماشہ بن گئے ہیں لیکن یہ کہنا تو بے جا ہوگا کہ کس فرقہ میں آپ کو محبت ملی۔ اگر محبت نہیں تو آپ فرقے سے لیتے کیا ہیں۔ دین ہے کیا۔ دین میں تو کوئی فرقہ نہیں ہے۔ دین تو سادا سا دین ہے۔ اسلام نہ دیوبندی ہے، نہ بریلوی ہے، نہ شیعہ نہ سنی۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں بات ختم۔ اب جو اللہ اور اللہ کا رسول حکم دے وہ کرو جس سے روک دے اس سے رک جاؤ بس دین پورا ہو گیا۔ اور دین کیا ہے؟

دیوبند ایک مدرسہ ہے، بریلی ایک مدرسہ ہے، جنہیں بنے ہوئے تقریباً ایک صدی کا عرصہ گزر چکا ہے تو ایک صدی سے پہلے کے مسلمان کیا تھے۔ دیوبندیوں، بریلویوں کی عمر تو ایک سو سال ہے۔ اسلام کی عمر تو چودہ سو سال ہے۔ چودہ سو سال پہلے کے مسلمان کیا تھے نہ بریلوی، نہ دیوبندی۔ اسی طرح میرے بھائی شیعہ سنی بھی بعد کی ایجاد ہے۔ کون حق پر ہے، کون حق پر نہیں ہے، سادہ سی پہچان ہے کہ جس کے دل میں محبتیں ہیں وہ حق پر ہے اور جس کے دل میں نفرتیں ہیں وہ حق پر نہیں ہے۔ یہ کسی کو دوسرے کو ہرانے کے لئے مناظرہ کرنے کے لئے یہ معیار نہیں ہے یہ معیار ہے اپنے آپ کو پرکھنے کے لئے، اپنے آپ کو جانچنے کے لئے، اپنے آپ کو دیکھنے کے لئے کہ میں کہاں ہوں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا جن کا ایمان صحیح ہوگا، اعمال صالح ہوں گے تو اللہ ان کے دلوں میں محبتیں پیدا کر دے گا وہ اللہ سے محبت کریں گے، اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت کریں گے، اللہ کے بندوں سے محبت کریں گے اور اللہ کی مخلوق سے محبت کریں گے، اللہ کی کائنات سے محبت کریں گے، ایک ایک قدم پر ان سے

www.naqshbandiaowaisiah.com

محبتیں کریں گے، اللہ کی کائنات سے محبت کریں گے، ایک ایک قدم پر ان سے محبتیں تقسیم ہوں گی، ان سے ملنے والوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوگی اور محبت اور نفرت ایک دوسرے کی ضد ہیں جس طرح روشنی اور تاریکی۔ جہاں محبتیں آئیں گی وہاں سے نفرتیں مٹ جائیں گی اور جہاں نفرتیں آئیں گی دل محبتوں سے محروم رہ جائیں گے۔ نفرتیں آقائے نامدار ﷺ کی بعثت سے پہلے تھیں فرمایا! و کنتم اعدا تم سب ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ جو دوست تھے ناں بظاہر وہ بھی دشمن تھے۔ دوست کو بھی شکست دینا چاہتے تھے دوست کو بھی اپنے سے نیچا دکھانا چاہتے تھے۔ دوست کو بھی ہرانا چاہتے تھے۔ الفت اگر دلوں میں دی تو محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ آج اپنے اردگرد دیکھ لو جو لوگ دردِ دل سے محروم ہیں یقیناً انہیں اپنے ایمان اور اپنے کردار کی فکر کرنی چاہئے۔

کوئی ایسا گھر تلاش کرو یار.....

ہر چیز اس کائنات میں ملتی ہے۔ ہر بیماری کی دوا ہے۔ یہ نفرتیں دلوں کی بیماریاں ہیں۔ یہ حکومت کے رعب سے ختم نہیں ہوں گی، انہیں پولیس نہیں روک سکتی، انہیں فوج نہیں روک سکتی، انہیں جیلیں کم نہیں کر سکتیں۔ یہ جو نفرتوں کے مارے ہوئے لوگ ہیں، یہ جب جیل میں جاتے ہیں وہاں جا کر کوئی پارسا نہیں بن جاتے، وہاں بھی برائی کرتے ہیں۔ ان نفرتوں کا علاج ہے دردِ دل، جو تقسیم ہوتا ہے بارگاہِ محمد رسول اللہ ﷺ سے۔ اور جب تک کائنات باقی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت باقی ہے، اللہ کی کتاب باقی ہے، اللہ کا دین باقی ہے، تو تب تک دردِ دل بانٹنے والے بھی باقی رہیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دنیا ان سے خالی ہو جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم تلاش نہ کر سکیں۔ اس لئے کہ بندے کو وہ چیز نظر آتی ہے جس کی اسے طلب ہو۔ جب طلب ہی نہ ہو تو اس کے پاس بھی وہ چیز پڑی رہے تو اسے نظر نہیں آتی، اسے وہ اہمیت نہیں دیتا۔

میرے بھائی! اپنا اپنا محاسبہ کرو اس لئے کہ ہم نے اپنا اپنا جواب دینا ہے، قبر میں جا کر، دوسروں کی بات تو وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو چکا ہو۔ حضرت رابعہ بصریؒ سے کسی نے کہا تھا کہ میں نے آپ کی بہت سی مجالس سنی ہیں، بہت سی آپ کی باتیں سنی ہیں، کسی مجلس میں بھی آپ نے شیطان کی مذمت نہیں فرمائی۔ تو ہنس کر فرمانے لگیں کہ ایک جتنی قوت بیان بھی خرچ ہوتی، الفاظ بھی خرچ ہوتے، وقت بھی لگتا تو شیطان کی مذمت کیا فرض ہے؟ جتنی دیر میں شیطان کو برا بھلا کہنا ہے میں اتنی دیر میں اللہ کی حمد و ثنا، کیوں نہ کر لوں میں کیوں اپنا وقت ضائع کروں، وہ تو برا ہے ہی۔ میں اپنا وقت کیوں ضائع کروں۔

میرا ایک درس تھا کراچی میں، میرے درس میں سادہ سی، عام فہم سی باتیں ہوتی ہیں، ایک گھنٹے کا درس تھا اس کے بعد سوال جواب تھے تو ایک بزرگ نے کہا کہ آپ نے ایک گھنٹہ تقریر کی اور آپ نے لوگوں کو اللہ سے ڈرایا نہیں۔ یعنی یہ ضروری تھا کہ آپ کہتے کہ اللہ آپ کی پکڑ دھکڑ کرے گا، آپ کو مارے گا وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا میرے بھائی! جس کے پاس جو ہوتا ہے وہ اسے ہی تقسیم کرتا ہے۔ مجھے اللہ ڈراتا نہیں، مجھے اللہ پیار کرتا ہے۔ میں اس کے پیار کی باتیں کرتا رہتا ہوں، آپ کو ڈراتا ہے تو آپ اس کے ڈرانے کی بات کیا کریں۔ آپ کا رشتہ اپنا ہوگا، میرا اپنا ہے، میں نے تو اللہ کو سب سے بڑا پیار کرنے والا پایا ہے۔ میرے پاس اللہ کی محبت ہے۔ میں تو غلطی کرتا ہوں تو میرا رب مجھے بچانے کے لئے مجھ پر رحمت کرتا ہے اور احساس دلاتا ہے کہ ایسا نہیں کرو، کوتاہی ہوتی ہے تو وہ توفیق دیتا ہے کہ میں توبہ کروں۔ تو جب مجھے اس بارگاہ سے محبت ملتی ہے تو میں اس بارگاہ سے غیض و غضب کی باتیں کیسے کروں۔ اور میں نے کہا کہ انسان کو اللہ سے نہیں اپنے کردار سے ڈرنا چاہئے چونکہ جو عذاب مسلط ہوتے ہیں وہ انسان کے اپنے کردار کی وجہ سے

ایک خط ملا ..... مصروفیات بڑھ گئی ہیں، ذکر کے لئے وقت نہیں بچتا ..... میری سمجھ میں اس کا کوئی جواب نہیں آتا کہ کسی کے پاس آبِ حیات ہو اور وہ کہے کہ چکھنے کے لئے مجھے فرصت نہیں ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہوتے ہیں۔ اللہ کی رحمت اس کے باقی تمام اوصاف سے وسیع تر ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَئی ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ وہ اتنا کریم ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔

ایک واقعہ قرآن کریم کی تفاسیر میں ملتا ہے۔ علمائے کرام نے ایسے واقعات کے بارے میں کہا ہے کہ یہ بعد میں شامل کر دیئے گئے۔ انہیں اسرائیلیات کا نام دیا گیا ہے کہ یہ اسرائیلیوں نے شامل کر دیئے لیکن اللہ کی رحمت کو بیان کرنے کے لئے ان واقعات کی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی لیکن جو یہ واقعہ، جہاں تک میں سمجھتا ہوں، یہ من گھڑت نہیں یہ سچ ہے۔ کہ اللہ کریم نے ملک الموت پر سوال کیا کہ اتنی دنیا کی ارواح تم نے قبض کیں کسی کی روح قبض کرتے ہوئے کیا تمہارا دل نہیں پسیجا کبھی ..... یا اللہ ! آپ کا حکم ہے، میں تو آپ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں لیکن دو دفعہ میں بھی لرز گیا۔ حکم تو میں نے ماننا تھا، عمل تو کیا لیکن دو دفعہ میں لرز گیا۔ ایک دفعہ ایک جہاز چٹان سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، لوگ ڈوب گئے، میں نے روحیں قبض کر لیں۔ ایک عورت ایک تختے پر بچ گئی۔ اب وہ تختہ اس سمندر میں تیرتا جا رہا ہے اور عورت کو بچہ ہونے والا تھا اور اسی تختے پر اس نے بچے کو جنم دیا اور جب بچے کو جنم دے چکی تو حکم ہوا کہ اس کی روح قبض کر لو تو میں لرز گیا کہ ایک معصوم بچہ چند لمحے جس کی عمر ہے اور سمندر کی لہروں اور موجوں کے سپرد ہے۔ لیکن وہ جانے اور اس کا کام جانے جس نے پیدا کیا ہے پالے گا، میں نے بچے کی ماں کی روح قبض کر لی اور پھر میں نے جس دن شداد کی روح قبض کی جس نے پوری حکومت سے زر و جواہر اکٹھے کر کے اس طرح کی جنت بنائی جس طرح کی علماء جنت کی تعریف کرتے تھے، دودھ، شہد اور شراب کی نہریں اس میں چلائیں، سونے چاندی کے محل بنائے، اور جو جو تعریف بھی جنت کی اس نے علماء سے سنی تھی اس نے کہا کہ میں ویسی ہی جنت بنواؤں گا۔ اور جب وہ جنت تیار ہو گئی، وہ اسے دیکھنے کے لئے گیا اور جب وہ گھوڑے سے اتر رہا تھا، ابھی دروازے سے آدھا اندر اور آدھا باہر تھا وہ اپنی جنت کو ایک نظر دیکھ نہیں سکا کہ مجھے حکم ہوا کہ اس کی روح قبض کر لے۔ یا اللہ! اس دن بھی میں لرز گیا تھا کہ اللہ کتنا بے نیاز ہے۔ جس نے پوری مملکت سے یتیم بچیوں کی بالیاں بھی اتروالیں، سونا، چاندی اکٹھا کر کے تمام زر و جواہر یہاں لگا دیا لیکن بے نیاز اسے ایک نظر دیکھنے تو دیتا تو کیا بات تھی۔ فرمایا! میں نے اس لئے پوچھا ہے کہ میں تیرے دل سے واقف ہوں لیکن تو میرے علم سے واقف نہیں ہے۔ یہ وہی بچہ ہے جسے تو نے سمندر کی لہروں پر چھوڑا تھا۔ میرا کرم دیکھ، میں نے نہ صرف اسے بچایا، میں نے اسے پالا، پھر اسے ایک بادشاہ لے گیا۔ پھر اس کے پاس اتنی بڑی سلطنت آئی کہ روئے زمین پر سب سے بڑی طاقت یہ تھا۔ میں نے اسے کہاں سے کہاں پہنچایا اور یہ میرے ہی مقابلہ میں آ گیا کہ میں اللہ ہوں۔ اللہ نے جنت بنائی تو کیا میں نہیں بنا سکتا۔ مجھے سجدہ کرو، میری پوجا کرو، میں جنت بناتا ہوں، جب بنا چکا تو میں نے اسے اس کی حیثیت بتا دی کہ میں نہ چاہوں تو تو دیکھ بھی نہیں سکتا۔ اس نے عرض کی یا اللہ! تیری باتیں تو ہی خوب جانتا ہے۔ ہمیں وہ انجام نظر آتے ہیں، وہ حادثات نظر آتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اس پر بڑا غضب ہو گیا لیکن کتنی رحمتیں عام کرتا ہے انسان کے لئے جسے ٹھکرا کر انسان اپنے لئے غضب چن لیتا ہے۔ اللہ تو بہت بڑا کریم ہے۔ ہر شخص کو موقع دیتا ہے، ہر شخص کو وقت دیتا ہے، اور یہ کرم کیا م ہے کہ ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال ہم غلط چلتے رہیں اور ایک لمحے میں کہہ دیں کہ یا اللہ میں واپس آتا ہوں۔ وہ اسی لمحے اپنی بارگاہ میں ہمیں بلا لے گا اصول تو یہ تھا کہ وہ کہتا کہ اب ستر سال نیکی کرو پھر واپس پہنچو۔ ستر سال دور چلتے گئے اب ستر سال واپس بھی چلو لیکن اس نے کہا کہ نہیں، تم کہیں ہو، کسی لمحے، دل سے کہہ دو کہ اے اللہ! میں واپس آتا ہوں تو میں تمہیں اسی لمحے پاس بلا لوں گا۔ یہ توبہ، یہ درد، یہ محبت پیدا ہوتی ہے تصوف سے، کیفیات سے، ان کیفیات سے جو دلوں میں اترتی ہیں۔ ان الفاظ سے نہیں جو زبانیں ادا کرتی ہیں۔ ان کیفیات اور ان روشنیوں سے جو دلوں سے دلوں کو جاتی ہیں، جن کی اصل قلب اطہر محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

یہ میں نے اتنا وقت اس لئے لے لیا آپ کا کہ آج بھی مجھے ایک خط ملا..... مصروفیات بڑھ گئی ہیں، ذکر کے لئے وقت نہیں بچتا..... میری سمجھ میں اس کا کوئی جواب نہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

آتا کہ کسی کے پاس آبِ حیات ہو اور وہ کہے کہ چکھنے کے لئے مجھے فرصت نہیں ہے۔ اب اس کا میں کیا کروں، میں اس کا کیا کر سکتا ہوں؟ اور بھی جو اس طرح کے خط لکھتے ہیں ان سے میری درخواست ہے کہ اللہ کی اس نعمت کی اہمیت کو سمجھو۔ میں تو یہ دعا کر سکتا ہوں کہ اللہ سب کو اس کی توفیق دے۔ اس کے علاوہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ اور وہ بڑا بے نیاز ہے محتاج تو ہم ہیں۔ اگر تمہیں یہ چھوٹا سا ایک تھانیدار بھی طلب کرے تو تم کہو گے کہ مجھے فرصت نہیں ہے؟ ہے جرات؟ صرف اللہ کی یاد کے لئے فرصت نہیں ہے۔ تو پھر تف ہے ایسی زندگی پر جس کے پاس اللہ کی یاد کے لئے بھی فرصت نہیں ہے اور تف ہے ایسے لوگوں پر کہ جنہیں اس عہد میں جہاں حقیقی اسلام تلاش کرنا آسان نہیں اس عہد میں جسے فنافی الرسول نصیب ہوتا ہے پھر اسے فرصت نہ ملتی ہو۔ اللہ کریم سب کو معاف فرمائے، شعور دے، احساس دے اور اپنی یاد کی توفیق دے۔ اللہ ہم سب، کے گناہوں پر اپنی رحمت کی چادر ڈال کر وہ ستار العیوب ہے، لوگوں سے بھی چھپائے اور ہمیں ہمارے نبی کریم کے سامنے بھی شرمندگی سے بچائے اور ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ ہمیں اپنی یاد کی توفیق دے۔

میرے بھائی! زندگی کا لمحہ وہ زندہ ہے جس میں یادِ الٰہی ہے۔ اور جس لمحے میں اللہ کی یاد بھول گئی وہ سمجھو مرگ ہے۔ اب یہ پسند اپنی اپنی، خیال اپنا اپنا، ہم کیا سوچتے ہیں، کیا کرتے ہیں، نتائج تو اس پر مرتب ہوں گے۔

بقیہ من الظلمت الی النور

بڑے بڑے پتھر ہوتے تھے کہ جب کوئی سونے کے لئے لیٹتا تو اگر سر صحیح تھا تو کہیں کمر کے نیچے کوئی چٹان ابھری ہوتی تھی کہیں کسی شانے کے نیچے۔ اس طرز عمل اور مجاہدہ کو مدنظر رکھ کر حضرت اکثر فرماتے تھے کہ مجھے فوجی بڑے اچھے لگتے ہیں کہ اول تو ان کا پیٹ حلال وصول کرتا ہے وجود کی تعمیر اور روح کی ترقی کے لئے رزقِ حلال انتہائی ضروری ہے۔ دوسرا یہ آرام طلب نہیں ہوتے۔

راقم نے حتی المقدور حجابات اور انکشافات کے واقعات لکھنے سے گریز کیا ہے اگر ایسے حالات و واقعات کو زیر قلم لایا جائے تو شاید یہ ایک الگ کتاب بن جائے اور اپنی طبیعت بھی انکشافات و کرامات کے بیان کرنے والی نہیں ہے ورنہ ایسے ایسے واقعات کرامت کے ہمارے سامنے ہوئے کہ کم از کم عقل ان باتوں کو ماننے پر ہرگز ہرگز تیار نہ ہوگی اور ویسے بھی حضرت جیؒ کی تعلیمات تھیں کہ اگر کوئی ہوا میں اڑتا آئے پانی پر چلتا آئے مگر اس کا اپنا عمل قرآن و سنت کے خلاف ہے تو وہ شعبدہ باز ہے جادوگر ہے۔ ولی کامل کا انکشاف بھی اگر قرآن و سنت کے مطابق ہے تو صحیح ورنہ استدراج ہے'' لہٰذا بہر صورت پرہیز بہتر ہے۔ ہاں کبھی کسی کی اصلاح کرنی مقصود ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ آپؒ اکثر فرماتے تھے'' ہزار کرامت ایک طرف اور ایک استقامت دوسری طرف۔ استقامت ان پہ بھاری ہے اللہ کریم ہم سیاہ کاروں کو قبول فرمائے اور استقامت کی دولت سے نوازے۔

دیدہ ور

تیری آنکھوں کو دیکھنے والے
تیری آنکھوں کی روشنی پا کر
نور ان کا لئے لئے حیراں
سفر کرتے ہیں آسمانوں کا
راہ پاتے ہیں ان ستاروں کی
دور اس پار آسماں سے پرے
رہنے والے ہیں جو ثریا کے
تیری آنکھوں کو دیکھنے والے
تیری آنکھوں کی روشنی پا کر
راز پاتے ہیں ان جہانوں کا
نہیں اجازت جہاں ملائک کو
گزر رکھنے کی
راہ پانے کی
تیری آنکھوں کو دیکھنے والے
تیری آنکھوں کی روشنی پا کر
وہ بھی پاتے ہیں جو نہیں پایا
جن، فرشتے نے
حور و غلماں نے
ہو اجازت تو اک سوال کروں!
تیری آنکھیں برا نہ مانیں تو!
راز دے کر یہ آسمانوں کا
کیوں یہ اپنی خبر نہیں دیتیں؟
راہ دکھاتی ہیں یہ ثریا کی
خود یہ اپنا پتہ نہیں دیتیں
نہیں رکھتیں یہ دور تجھ کو مگر!
پاس ہوتا ہے کب؟
کہاں؟
کس دم؟

ثمینہ اعوان

www.naqshbandiaowaisiah.com

دین، فروعات اور رواج

پچھلے دنوں یہاں ایک اشتہار تھا کسی مولانا کا کہ میرے ساتھ کوئی مناظرہ کرے کہ ''آمین'' بلند آواز سے کہی جانی چاہئے یا آہستگی سے کہنی چاہئے اور اگر وہ جیت گیا تو میں اسے اتنا انعام دوں گا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو بالکل فروعی ہے۔ ''آمین'' کہنے پہ پوری امت متفق ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو آہستہ کہنے کے قائل ہیں اور کچھ ہیں جو بلند آواز سے کہنے کے قائل ہیں۔ یہ فقہی مسئلہ ہے ثابت دونوں طرح سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں بلند آواز سے بھی کہی گئی اور آہستگی سے بھی کہی گئی۔ حنفی کہتے ہیں کہ پہلے بلند آواز سے ہوتی تھی لیکن آخر میں حضور ﷺ نے آہستگی سے پسند فرمائی لہٰذا یہ افضل ہے، صحیح وہ بھی ہے لیکن یہ اس سے بہتر ہے۔ معاملہ صرف ترجیح کا ہے دوسرے حضرات کہتے ہیں نہیں، ترجیح بلند آواز سے کہنے کو ہے یعنی اختلاف اگر ہے تو اس کی ترجیح میں ہے۔ اب اس پہ مناظرے کی اور پھر اس پہ انعام رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان ' منارہ 12-08-2001

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کریم مجیب الدعوات ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ بندہ جب بھی مجھے پکارتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوا لِیْ تم بھی میری بات قبول کرو۔ میں خالق ہوں مالک ہوں بے نیاز ہوں اور میں تمہاری بات تمہاری آرزو تمہاری تمنا قبول کرتا ہوں۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ دعا کرو مجھ سے میں تمہاری دعا قبول کروں گا لیکن شرط یہ ہے فَلْیَسْتَجِیْبُوا لِیْ میری بات تم بھی سنو اور تم بھی مانو، تم مخلوق ہو تم محتاج ہو تم ضرورت مند ہو، میں تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے والا ہوں، خالق ہوں مالک ہوں رازق ہوں۔ اس کے باوجود کہ تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے میں تمہیں برابر کا جواب دے رہا ہوں کہ تم میری بات مانو میں تمہاری بات مانوں گا۔ تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اُدْعُوْنِیْ دعا کرو مجھ سے اَسْتَجِبْ لَکُمْ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ لیکن فَلْیَسْتَجِیْبُوا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ میری بات بھی قبول کرو اور میری ذات اور میری صفات جیسا میں ہوں ایسا مجھے مانو بھی۔ یعنی صحت عقیدہ بھی بنیادی شرط ہے اور اصلاح اعمال بھی بنیادی شرط ہے یہ دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ عقیدہ وہ ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا۔ ہمارے ہاں مصیبت یہ ہے کہ ہم ضروریات دین سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور فروعات پہ لڑائی شروع کر دیتے ہیں ان باتوں پہ جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جو مستحبات میں بھی نہیں ہیں محض فروعات ہیں ان پہ لڑائی ہوتی ہے اور جو چیزیں فرض ہیں اور جو چیزیں بنیاد ہیں دین کی، ان کو ہم فراموش کر دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح کوئی چھت سے گر کر مر گیا تو وہ اس کے دوست احباب ٹٹول ٹٹول کر دیکھ رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ اللہ کا شکر ہے اس کی کوئی ٹانگ یا بازو نہیں ٹوٹا۔ بھئی ٹانگ بازو کی سلامتی کو وہ کیا کرے گا وہ تو مر گیا، تو فکر تو زندگی کی چاہئے نا۔

پچھلے دنوں یہاں ایک اشتہار تھا کسی مولانا کا کہ میرے ساتھ کوئی مناظرہ کرے کہ ''آمین'' بلند آواز سے کہی جانی چاہئے یا آہستگی سے کہنی چاہئے اور اگر وہ جیت گیا تو میں اسے اتنا انعام دوں گا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو بالکل فروعی ہے۔ ''آمین'' کہنے پہ پوری امت متفق ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو آہستہ کہنے کے قائل ہیں اور کچھ ہیں جو بلند آواز سے کہنے کے قائل ہیں۔ یہ فقہی مسئلہ ہے ثابت دونوں طرح سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں بلند آواز

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے بھی کہی گئی اور آہستگی سے بھی کہی گئی۔ حنفی کہتے ہیں کہ پہلے بلند آواز سے ہوتی تھی لیکن آخر میں حضور ﷺ نے آہستگی سے پسند فرمائی لہٰذا یہ افضل ہے' صحیح وہ بھی ہے لیکن یہ اس سے بہتر ہے۔ معاملہ صرف ترجیح کا ہے دوسرے حضرات کہتے ہیں نہیں' ترجیح بلند آواز سے کہنے کو ہے یعنی اختلاف اگر ہے تو اس کی ترجیح میں ہے۔ اب اس پہ مناظرے کی اور پھر اس پہ انعام رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جس عام آدمی کو آپ وضو کا طریقہ نہیں بتاتے' نماز کا سلیقہ نہیں بتاتے' بنیادی عقائد نہیں بتاتے کہ اللہ کریم کے ساتھ ہمارا ایمان کس طرح ہونا چاہئے' فرشتوں کو کس طرح مانا جائے' آخرت کا عقیدہ کیا ہے' نبوت و رسالت کیا ہے' اسے کس طرح مانا جائے۔ پھر سب سے زیادہ ضروری فرائض ہیں' فرائض کا جاننا اور فرائض کا علم ہونا بھی فرض ہے۔ اس کے بعد سنت کی باری ہے پھر مستحبات کی۔ سنت کا جاننا سنت ہے' سنت پر عمل کرنا سنت ہے' فرض کا جاننا فرض ہے فرض پر عمل کرنا فرض ہے۔ تو یہ ساری باتیں چھوڑ کر ہم فروعات کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بہت سی چیزیں اپنی اصل میں بہت خوبصورت ہوتی ہیں لیکن جب ہم انہیں دین کی بجائے رواج میں لے آتے ہیں تو فائدے کی جگہ نقصان دینے لگتی ہیں۔ یہی مسئلہ دعا کا بھی ہے کہ دعا حاصل ہے تمام عبادات کا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا الدعاء مخ العبادۃ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ دعا سارے اعمال کا' سب نیکیوں کا' ساری عبادت کا مغز ہے' باقی سب چھلکا ہے۔ جیسے بادام پہ چھلکا ہوتا ہے' اخروٹ پہ چھلکا ہوتا ہے اور مغز اندر ہوتا ہے۔ اسی طرح دعا مغز ہے اس ساری محنت کا جو ہم کرتے ہیں۔ لیکن اگر چھلکا بادام کے درخت پہ نہ بنے اخروٹ کے درخت پہ نہ بنے تو کیا مغز بن جائے گا؟ یہی عالم دعا کا ہے۔ یہ جو مہینہ بھر اجتماع ہوتا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ رات دن صرف اللہ کا ذکر کیا جائے' رات دن صرف درس قرآن ہو' درس حدیث ہو' رات دن صرف احکام شرعی اور فقہ کو زیر بحث لایا جائے اور اس چلّے کے بعد جو کبھی تیس دن کا ہوتا ہے' کبھی پینتیس دن کا' کبھی چالیس دن کا' اس چلّے میں اللہ یہ برکت دے کہ ہمیں دعا کرنے کا سلیقہ آ جائے۔ اس محنت' اس مجاہدے سے کوئی تھوڑا سا مجذوب اعمال کے اندر پیدا ہو جائے' ایک کیفیت پیدا ہو جائے' ایک شعور' ایک احساس پیدا ہو جائے کہ میرا ایک رب ہے جو واقعی ہے اور ایک ہے' پیدائشی طور پر ہم نے مان لیا' مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے اور اللہ کا احسان ہے۔ زمین پہ جب سانس لی تو پہلی آواز اللہ اکبر کی سنی' یہ بھی اس کا احسان ہے۔ والدین کو نماز روزہ کرتے دیکھا' کچھ انہوں نے یاد کرا دیا کچھ بعد میں پڑھ لیا چلو یہ سب تو ہو گیا۔ یہ تو ہم نے جانا عقل سے خرد سے لیکن دل سے جاننا کچھ اور ہوتا ہے۔ کتنی باتیں ہیں جنہیں عقل جانتی ہے دل مانتا نہیں۔ آپ گناہ کے فلسفے میں بھی دیکھ لیں' ایک آدمی جو جوا کھیلتا ہے اس کا دماغ اسے یہ بات بار بار باور کراتا ہے کہ یہ غلط ہے لیکن اس کا دل چاہتا ہے بس وہ نہیں مانتا وہ جو علامہ مرحوم نے کہا تھا نا :

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ہماری یہ ساری محنت' یہ سارا مجاہدہ' یہ سارا اجتماع اس لئے ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ احساسات اور فیلنگز (Feelings) آپ کے دلوں میں' آپ کے سینوں میں' آپ کے قلوب میں انڈیل دی جائیں ایسی فیلنگز (احساسات) جو آپ کے سینے میں اللہ کے عشق کا درد پیدا کر دیں' ایسی فیلنگز جو عشق نبی ﷺ پیدا کر دیں' ایسی فیلنگز جو اللہ کو بغیر دیکھے دیکھ لیں' ایسی فیلنگز جو اللہ سے بات کرنے کی سکت پیدا کر دیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب اللہ سے بات کرنا

دعا سارے اعمال کا سب نیکیوں کا ساری عبادت کا مغز ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

چاہو' کوئی چاہے کہ میں اللہ سے گفتگو کروں فلیقراءَ القرآن تو قرآن پڑھنا شروع کر دو۔ تو تم دیکھو گے کہ تم ہی نہیں اللہ تم سے بات کر رہا ہے اللہ تمہیں کہہ رہا ہے کہ یہ کرو یہ نہ کرو' یہاں سے اٹھ جاؤ یہاں بیٹھ جاؤ۔ وہ بات کر رہا ہے تم سے لیکن اس ساری بات کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے دل میں احساسات پیدا کرنے پڑتے ہیں' دل کو قلعی کرنا پڑتا ہے' صاف کرنا پڑتا ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ لِكُلِّ شَيٍ صِقَالَةٌ ہر چیز کے لئے پالش ہوتی ہے' ہر چیز کے لئے کوئی اسے صاف کرنے والے شے بنائی جاتی ہے۔ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰه اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ پھر اس پر نسبت نصیب ہو جائے برکات نبوی ﷺ کی' مشائخ عظام کی وساطت سے سینہ بسینہ نصیب ہو جائیں تو یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے کہ اس کے لئے وقت نکالا جائے۔

یاد رکھیں زندگی میں جو شخص سانس لے رہا ہے وہ فارغ نہیں ہے۔ جسے آپ سارا دن آوارہ گردی کرتا دیکھتے ہیں وہ آوارہ گردی کا بھی اتنا عادی ہے کہ ایک دن اسے آوارہ گردی کرنے سے روک دیں تو وہ بے زار ہو جائے' فارغ وہ بھی نہیں ہے گو آوارہ گردی ہی اس نے اپنا شغل بنا لیا لیکن بے کار نہیں ہے۔ تو جو کام کرتے ہیں وہ تو فارغ ہیں ہی نہیں تو کیا اس دنیوی امور میں مصروف ہو کر ہمارے پاس کیا اتنا وقت بھی نہیں بچتا جسے ہم دل کی صفائی پہ لگا سکیں۔ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ جب موت آتی ہے' جب ہم کہتے ہیں کہ جی بندے کی نظر ٹھہر گئی' اب یہ کسی بات کا جواب نہیں دے رہا' پھٹی پھٹی آنکھوں سے چھت کو گھور رہا ہے' قرآن حکیم بتاتا ہے چھت کو نہیں گھور رہا ہوتا موت کے فرشتے جو آتے ہیں وہ اس سے بات کر رہے ہوتے ہیں' انہیں جواب دے رہا ہوتا ہے اور وہ اس کی حالت' اس کی خطائیں' اس کی محرومیاں

دعا جو اصل عبادت ہے ہم نے اسے رواج بنا دیا اور رواج دین نہیں ہوتا۔

دیکھ کر سوال کرتے ہیں فِيمَا كُنْتُمْ کیا کرتے رہے ہو؟ تمہیں ساٹھ ستر اسّی برس اللہ نے دیئے کیا کرتے رہے؟ تمہارے پاس کیا ہے؟ یہاں تو سوائے ظلمت کے کچھ بھی نہیں تو وہ کہتا ہے جی ہم تو غریب لوگ تھے كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ہم غریب لوگ تھے۔ بڑے لوگ جو کرتے رہے ہم پیچھے چلتے رہے تو فرشتے کہتے ہیں۔ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا کیا اللہ کی زمین بہت وسیع نہیں تھی؟ اگر معاشرہ بے دین تھا' ماحول بے دین تھا' بڑے بڑے لوگ بدکار تھے تو وہاں سے ہجرت کر جاتے' کسی ایسی جگہ چلے جاتے جہاں کا ماحول دین دار ہوتا۔ اگر تم مکانوں کو پکڑ کر بیٹھے رہے یا تم زمین کو پکڑ کر بیٹھے رہے یا جائیداد کو پکڑ کر بیٹھے رہے تو وہ تو آج چھوڑ کر جا رہے ہو پھر اس کا کیا فائدہ ہوا۔ اگر روزگار نوکری کا مسئلہ تھا تو وہ تو ہر چیز آ گئی' آج تو تم جا رہے ہو' ساری دنیا تو پیچھے رہ گئی تو پھر تمہیں تو وہاں رہنا چاہئے تھا جہاں سے تمہیں ساتھ لے جانے والی کوئی چیز ملتی۔

دعا جو اصل عبادت ہے ہم نے اسے رواج بنا دیا اور رواج دین نہیں ہوتا' دین سے باہر کسی چیز کا نام ہوتا ہے۔ زیادہ حصہ اس میں نیک لوگوں کا ہے' ہما ے تبلیغی بھائیوں کا اس میں زیادہ حصہ ہے کہ جہاں وہ بنیادی تین چار باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں وہاں دعا کی اہمیت پہ اتنا زور دیتے ہیں کہ لوگ باقی سارے کام چھوڑ کر ایک دن کے لئے ایک گھنٹہ نکال لیتے ہیں کہ آج یوم دعا ہے' آج پہنچنا ہے رائے ونڈ۔ بھئی یہ کونسی دعا ہے کہ جس کے لئے نہ زمین تیار کی' نہ کھیت تیار کیا' نہ اس میں بیج ڈالا' نہ فصل اگائی' اور آپ کاٹنے پہنچ گئے کہ آج کٹائی کا دن ہے۔ میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ گزشتہ دو تین سالوں سے وہ عکس ہم پر بھی پڑ رہا ہے اور آج یہاں بہت سے احباب ایسے ہیں جو صرف دعا کے لئے آئے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں اللہ سب کی قبول کرے لیکن وہ فرماتا ہے۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِي

www.naqshbandiaowaisiah.com

تیاری بھی تو کرو۔ پھل تو میں لگاؤں گا' کھیت تو بناؤ' پانی تو دو' آبیاری تو کرو' چوکیداری تو کرو' بیج تو بوؤ۔ اور تم کچھ بھی نہ کرو اور آ جاؤ منہ اٹھا کے کہ جی ہم آ گئے اللہ میاں ہماری مان لے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا الدعا مُخُّ الْعِبَادَۃ تو بھائی عبادت کا مغز تو کوئی عبادت کرے گا' کوئی چلہ لگائے گا' کوئی محنت کرے گا' کوئی راتوں کو جاگے گا' کوئی سحری کو اسے پکارے گا' کوئی اپنے دل میں اس کی محبت جگائے گا' کسی کے سینے میں درد اٹھے گا تو تب مغز ہاتھ آئے گا نا۔ یہ آنا جانا تو ایک رسم ہے۔ آج آپ آ گئے' آپ تشریف لائے ہیں' ابھی دعا ہو گی آپ چلے جائیں گے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میری آرزو تو یہ ہے کہ یہ بھی قبول ہو لیکن کوئی بندہ مرضیاتِ باری کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا اور یہ جو ایک غلط العام ہو گیا ہے نا کہ نیکوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور نیکوں کی بات اللہ مانتا ہے۔ وہ ماننا چاہے تو ابلیس کی بھی مان لیتا ہے وہ قادرِ مطلق ہے کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ شیطان نے کہا مجھے مہلت دے دے فرمایا جا تجھے قیام قیامت تک مہلت ہے۔ مان لی نا۔ لیکن جنہیں وہ نیک بنا دیتا ہے وہ اس سے منوانے کے لئے نہیں اس کی ماننے کے لئے زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے ہمیں یہ خیال ہوتا ہے کہ جی مشائخ سے دعا کروالیں گے۔ حضرات سے دعا کروالیں گے یہ یوں ہو جائے گا وہ یوں ہو جائے گا اور ان کی خدمت میں گزارش کی جائے تو وہ فرماتے ہیں اللہ بہتر جانتا ہے جو وہ کرتا ہے وہ بہتر ہوتا ہے۔ انسان کیولایت یا اس کا کمال ہے یہی کہ وہ مرضیات باری کے تابع ہو جائے اور کوئی کسی کی حیثیت نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی اللہ سے منوا سکے۔ سب سے بلند مقام یہی ہے کہ بندہ مرضیات باری کے تابع ہو جائے۔ ہمارا یہ سارا پروگرام نہ صرف خالص دینی ہوتا ہے بلکہ خالص

نفاذ اسلام کے لئے اپنی جان تک لٹا دینا ہمارا ایمان ہے اور اس پر ہم قائم ہیں اور قائم رہیں گے انشاء اللہ اس میں کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔

تصوف کے موضوع پر ہوتا ہے اور اس سے ریلیٹڈ (متعلقہ) ہوتا ہے۔ فقہی احکام بھی اسی لئے پڑھائے جاتے ہیں کہ شریعت پر عمل کئے بغیر تصوف حاصل نہیں ہوتا۔ تصوف اس خلوص کا نام ہے جو عمل کے لئے درکار ہے لیکن عمل تو اپنی جگہ قائم ہے۔ اسی طرح یہ شب بیداریاں' یہ بیانات' تقریریں' درس' تعلیم بالغاں یہ ساری چیزیں اس ایک نقطے کے گرد گھومتی ہیں کہ دلوں میں وہ کیف آ جائے کہ اللہ سے آرزوئیں کر سکیں' اپنی گزارشات پیش کر سکیں۔

میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ بالکل غیر سیاسی پروگرام ہوتا ہے اور ہمارے ایجنسیوں کے جن بھائیوں نے مہینہ تکلیف اٹھائی انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا ہو گا اس لئے کہ یہ غیر سیاسی ہے اور ٹیلی فون ٹیپ کرنے پر اور ایجنسیوں کے جو احباب رات دن یہاں دھکے کھانے پہ لگے ہوئے ہیں انہیں اگر کوئی معلومات تصوف کے بارے چاہئیں تو وہ ساری کیسٹیں لے جا سکتے ہیں سیاسی خبر چاہئے تو جب سیاسی میدان میں بات ہو گی تو وہ بھی سرعام ہو گی' وہ بھی کوئی پس دیوار نہیں ہو گی۔ چونکہ ہمارا جو کچھ ہے وہ سامنے ہے' ہم مسلمان ہیں' یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اور اس میں نفاذ اسلام کے لئے اپنی جان تک لٹا دینا ہمارا ایمان ہے اور اس پر ہم قائم ہیں اور قائم رہیں گے انشاء اللہ اس میں کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ الاخوان کوئی دہشت گرد تنظیم نہیں ہے ہم امن کے داعی ہیں اور واحد تنظیم ہے جس کے ذمے آج تک کہیں کسی قانون کی خلاف ورزی کی شکایت نہیں ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی نہیں ہو گی لیکن نفاذ اسلام کا مطالبہ' اس کے لئے کوشش' اس کے لئے محنت یہ ہمارا حق ہے اور جب تک ہم پرامید ہیں کہ ہماری بات سنی جائے گی تب تک ہم پرامن بھی ہیں اور اگر ہمیں نا امید کر دیا گیا تو پھر ہم

www.naqshbandiaowaisiah.com

ن کی ضمانت بھی نہیں دیں گے۔ بڑی سادہ سی
بات ہے اور میرے ایجنسیوں کے دوستوں کو
زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بالکل
صاف صاف بات لکھ بھی لیں سمجھ بھی لیں اور
میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایجنسیوں کے لوگ مجھ سے
بہتر مسلمان ہیں' میری ان کو بھی دعوت ہے کہ
آپ خود بھی غاذ اسلام کے لئے کوشش کریں'
آپ کو بھی میدان حشر میں ہمارے ساتھ ہی کھڑا
ہونا ہے۔ یہ چونکہ ہمارا ایمان ہے' دین ہے' اس
پر کوئی سمجھوتہ ہم نہیں کریں گے نہ کبھی ہوگا اور خدا
نہ کرے کہ ایسا وقت آئے کہ حکومت وقت ہمیں
اس بات سے نا امید کر دے کہ وہ دین نافذ
کرنے سے انکار کریں اگر ایسا وقت آیا تو پھر
ایجنسیوں کی ضرورت نہیں پڑے گی پھر وہ کچھ
ہوگا جو دنیا دیکھے گی۔ لیکن ہم ابھی تک پر امید
ہیں۔ جب تک پر امید ہیں تب تک میں امن کی
ضمانت دیتا ہوں' ہم پر امن ہیں کوئی فکر کی بات
نہیں' نہ حکومت کو نہ حکمرانوں کو اور اگر ان کے
رویوں نے ہمیں نا امید کر دیا تو پھر نہ وزیر داخلہ
کے آپریشن کام آئیں گے اور نہ کوئی اسپیشل
اسکواڈ ہمیں روک سکے گا۔ پھر کوئی دروازہ اور کوئی
گھر' کوئی دفتر اور کوئی محل انشاء اللہ' ہماری پہنچ
سے دور نہیں ہے۔ ہمارا سارا تصوف بھی یہی ہے
کہ دل میں وہ روشنی پیدا ہو جو زمانے کو روشن کر
دے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
اور دہر میں عشق محمد ﷺ سے اجالا کر دے

ہماری نمازیں' ہمارے اعتکاف'
ہماری عبادتیں' ہمارے روزے سب کچھ اس
ایک مقصد کے لئے ہیں کہ اے اللہ تیری عظمت'
تیری کبریائی اور تیری حکومت قائم کرنے کے
لئے ہم بھی کام آئیں۔ ہمارا خون' ہمارا مال'
ہماری جان اور جو کچھ تو نے ہمیں عطا کیا ہے وہ
سب کچھ کام آ جائے۔ زمین پر' بندوں پر' بندے

ایجنسیوں کے لوگ زیادہ پریشان نہ ہوں - ہماری کوئی خفیہ سرگرمیاں نہیں ہیں جو بات کرتے ہیں ڈنکے کی چوٹ پر کرتے ہیں۔

فرعون بن کر نہ بیٹھیں بلکہ بندوں پر اس کی
حکومت ہو جس کے بندے ہیں۔ حکمرانوں کے
پاس حکومت اللہ کی طرف سے امانت ہے اور یہ
اپنی پسند سے کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ ان
سے یہ باز پرس ہوگی کہ میرے حکم کے مطابق
میرے بندوں کے ساتھ سلوک کیا یا اپنی پسند
سے کرتے رہے ہو اور اس محاسبے سے کوئی بھی
بالاتر نہیں۔ لہٰذا ایجنسیوں کے لوگ بے چارے

آج کل بہت خراب ہو رہے ہیں' ٹیلی فونوں پہ
ٹیپ لگی ہوئی ہے تو اصل بات جو تھی وہ میں نے
برملا برسر منبر بتا دی۔ ہمیں Chase
(تعاقب) کرنے کی بجائے حکومت کو اس بات
کا قائل کریں کہ وہ ہمیں نا امید نہ کرے' زیادہ
فائدہ اسی میں ہے۔ اور دعا کرتے ہیں اور شاید
اپنی اپنی دعا ہوگی کسی نے ایک پورا چلہ لگایا اس
کی دعا اور ہوگی اور شاید کسی نے ایک لمحے میں وہ
کیفیت حاصل کر لی ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان
چند لفظوں میں کسی کے دل میں وہ کیفیت پیدا ہو
گئی ہو جو دعا کے لئے ضروری ہے۔ بہر حال دعا
کیجئے لیکن آئندہ کے لئے میں یہ چاہوں گا کہ
یوم دعا کو رسم نہ بنائیں اور اجتماع کے لئے وقت
نکالا کریں چونکہ یہ اجتماع سال بعد ہوتا ہے تو
سال میں اپنے کاموں کو اپنی مصروفیات کو کچھ
آگے پیچھے کر لیا کریں اور جتنا زیادہ سے زیادہ
وقت نکل سکے نکالیں اور یہاں جتنا وقت رہیں
صرف ذکر پر' صرف اللہ اللہ پر متوجہ رہیں' صرف
دین پہ متوجہ رہیں' گھر بار کام کاج کرنے کے
لئے چند دن رہنے کے بعد جب واپس جائیں
گے تو پھر سارا کچھ وہی ہوگا اور ہم ہوں گے لہٰذا
سارا وقت پوری توجہ سے ذکر اذکار کریں۔ اور
میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز ہم اس یوم
دعا کو رواج نہیں بننے دیں گے' اسے سنت اور
عبادت ہی رکھیں گے' اللہ کریم قبول فرمائے۔
(آمین)

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

☆ ڈاکٹر لیاقت نیازی (لاہور) نے ایک مضمون بعنوان ''قرآن مجید کی فضیلت'' بھجوایا ہے جس میں قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کے خصائص درج کئے گئے ہیں۔ ..... قرآن مجید کی سورتوں کی فضیلتیں اپنی جگہ لیکن اصل فائدہ ان سورتوں میں بتائے گئے احکامات پر عمل کرنے میں ہے جس سے ہماری اکثریت صرف نظر کئے ہوئے ہے۔ امید ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب ہمیں اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس پر بھی اپنی کوئی تحریر ضرور بھجوائیں گے۔

☆ بہن ثمینہ اعوان نے دیدور کے عنوان سے ایک نظم بھجوائی ہے جو شامل اشاعت ہے۔

☆ ..... جناب فرخ صاحب نے ایک اشتہار کے سلسلہ میں ہمیں خط لکھا تھا جس کا انہیں علیحدہ سے جواب لکھ دیا گیا ہے۔ امید ہے اب تک انہیں مل چکا ہوگا۔

☆ ..... بہن آسیہ اعوان نے ہمیں ایک مضمون ''فری میسز'' ارسال کیا جو شامل اشاعت ہے۔

☆ ..... میجر محمد اصغر وڑائچ نے اپنے ایڈریس کی تبدیلی سے متعلق آگاہ کیا ہے۔ جس کی اطلاع ہم نے اسی دن ٹیلی فون پر رانا جاوید صاحب کو لاہور آفس میں دے دی تھی۔ امید ہے کہ میجر صاحب کو نئے ایڈریس پر شمارہ ملنا شروع ہو گیا ہوگا۔

O ..... قارئین سے درخواست ہے کہ تبدیلی ایڈریس کی اطلاع لاہور کے پتہ پر ارسال فرمایا کریں کیونکہ فیصل آباد آفس صرف اشاعتی امور کو ڈیل کرتا ہے۔

☆ ..... جانباز تاج ولی تاج نے مردان سے ایک مضمون ''امتحان'' ارسال فرمایا ہے۔ اپنے مضمون میں وہ دنیا کو انسان کے لئے ایک لیبارٹری کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس طرح ایک کار مختلف شعبوں سے فٹنس کا سرٹیفکیٹ لیتے ہوئے اس وقت مارکیٹ میں سپلائی کی جاتی ہے جب اس کا ہر پرزہ اپنے مقام پر درست کام کر رہا ہو اسی طرح انسان کے دیگر انسانوں کے ساتھ مختلف نوع کے تعلقات اس کے مختلف شعبے ہیں جن میں اس کی کارکردگی کی فٹنس کا سرٹیفکیٹ اسے اسی وقت مل سکتا ہے جب وہ ان شعبہ ہائے حیات میں اسلام کی دی ہوئی راہنمائی کے مطابق اپنے افعال سرانجام دے۔ اس کی یہ ''فٹنس'' یا ''ان فٹنس'' ہی اس کے جنت یا دوزخ میں جانے کا معیار قرار پاتی ہے اور اس فٹنس پر پورا اترنے کے لئے ذکر اللہ بہترین ذریعہ ہے۔

☆ ..... محمد یوسف کامران (کلاں اٹک) نے مضمون لکھا ہے کہ ﷺ کی جگہ ''صلعم'' لکھنا درست نہیں ہے اور محمد الرسول اللہ کو محمد رسول اللہ لکھا جانا چاہئے۔ ہمیں خوشی ہے کہ دوست احباب المرشد کو ایک مثالی ماہنامہ دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے ہم بھی اپنی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ان کے معیار پر پورا اتریں ہم ﷺ کو ''صلعم'' لکھنے سے احتراز کرتے ہیں۔ ہم آپ سے اتفاق کرتے ہیں کہ محمد الرسول اللہ کی بجائے محمد رسول اللہ ہی درست ہے۔ آئندہ انشاء اللہ اس کا خاص خیال رکھا جائے گا۔

☆ ..... ماہنامہ الفاروق (کراچی) نے لکھا ہے کہ ان کے ریکارڈ میں ''المرشد'' کے کچھ شمارے شارٹ ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں براہ کرم ہمارے لاہور آفس سے رجوع فرمائیں کیونکہ ڈسٹریبیوشن کا تمام کام لاہور آفس کے ذمہ ہے۔

O ..... بہن حمیرا زاہد نے ہمیں ایک مضمون ''افسوس اور دکھ'' اور ایک نظم ارسال کی ہے۔ حمیرا بہن نے اپنے مضمون میں عام لوگوں کے اسلام پر عمل نہ کرنے اور خصوصاً دیندار لوگوں کی بے عملی پر دکھ کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے شدت سے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ دین دار

www.naqshbandiaowaisiah.com

والدین اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور فرمائیں اور انہیں اسلامی اجتماعات میں شرکت کے مواقع فراہم کریں۔ ان کی نظم کے درج ذیل شعر ملاحظہ فرمائیں :۔

کیوں مسلمان بے خبر ہیں
انہی کے بھائی تو کٹ رہے ہیں
ہیں کس کی معصوم بہنیں
وہ جن کے پردے الٹ رہے ہیں

☆ جناب عبداللہ ملک نے مرید کے سے لکھا ہے کہ یورپین ممالک "11" فرانسیسی آدمیوں کی ہلاکت پر تو نوحہ خواں ہیں مگر کشمیر، فلسطین، بوسنیا، افغانستان، عراق اور انڈیا میں مرنے والے ہزاروں مسلمانوں کی ہلاکتوں پر کوئی مذمتی بیان دینا بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ ملک صاحب لکھتے ہیں کہ ہمیں بے قصور آدمیوں کے مرنے پر افسوس ہے لیکن مغربی ممالک مسلمانوں کو بے قصوروں میں شامل کرنے پر تیار نہیں ہیں حتیٰ کہ مسلمانوں کی 56 ریاستیں بھی مسلمانوں کے خون کی لوٹ سیل پر خاموش ہیں۔ ملک صاحب پوچھتے ہیں کہ خون مسلم اتنا سستا کیوں ہے۔

o..... جناب ملک صاحب! آپ نے بہت دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ حضرت جی کے خطابات میں اس کی تفصیلات آتی رہتی ہیں، دہراؤں گا تو خط لمبا ہو جائے گا۔ دو لفظوں میں اس کا سبب بیان کریں تو کہیں گے "تفرقہ بازی"۔

درخواست برائے دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد اسحاق (ساہیوال) کے والد حاجی محمد فاضل۔ عمر 127 سال فوت ہو گئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی عبدالرحمٰن (بھمبر آزاد کشمیر) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی پروفیسر محمد امین (بھمبر آزاد کشمیر) کے سسر قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی دلبر حسین اور محمد رمضان (گوجرہ) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی خان گل (ایبٹ آباد) کے والد ماجد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی گل خاں (حویلیاں ایبٹ آباد) کے والد ماجد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی مقصود احمد خاں (حیدر آباد) کے بھائی قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی میاں عبدالستار (شیخوپورہ) کی اہلیہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

غلام سرور (ڈاھرانوالہ) کی خالہ جان قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

ماسٹر آصف علی (مرید کے) کی بہن قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

محمد یوسف (کامرہ کلاں) کے ماموں فضل الرزاق قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

سلسلہ کے پرانے ساتھی رانا ظفر جاوید تبسم (فیصل آباد) کے والد حاجی عبداللطیف قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی انجینئر عبدالرزاق کے سسر میاں غلام رسول (کوٹ ادو) وفات پا گئے ہیں۔

منیر احمد ناز (شورکوٹ) کے والد ماجد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

ان سب حضرات کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

موت کو شرمندہ کر جاتے ہیں وہ

کل تلک ہیبت سے تھراتے تھے جو
آج کل مسلم پہ غراتے ہیں وہ
جن کو جزیہ دے کے ملتی تھی اماں
اب اکڑ فوں ہم کو دکھلاتے ہیں وہ
سیکھ کر ہم سے ہی جینے کے طریق
دیکھ لو کس قدر اتراتے ہیں وہ
جن کو ننگا رہنے پہ اصرار ہے
اپنی اُترن ہم کو پہناتے ہیں وہ
جن کو بونا، کاٹنا آتا نہ تھا
اب تو غلّہ ہم کو بھجواتے ہیں وہ
اِن کے پس خوردہ پہ ہم لپکیں سبھی
گرچہ ناپاک و نجس کھاتے ہیں وہ
تھے زباں دانی پہ نازاں جو عرب
بات کرتے اب تو ہکلاتے ہیں وہ
دیکھ لو شیروں کے آگے میمنے
دندناتے ہی گزر جاتے ہیں وہ
طالبانوں کی طرح جو ہوں مگر
اُسوۂ اسلاف اپناتے ہیں وہ
کرتے ہیں قربان ہر شے بے دریغ
جان دے کے بھی اسے پاتے ہیں وہ
جان دے دیں جو خدا کے نام پر
کون کہتا ہے کہ مر جاتے ہیں وہ
ہیں اویسی مر کے بھی زندہ وہ آج
موت کو شرمندہ کر جاتے ہیں وہ

عبدالرزاق اویسی..... ٹوبہ